POETRY
آنکھوں کے اُس پار
(غزلیں، نظمیں)
فوزیہ ربابؔ

PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081

-----⊙⊙⊙⊙⊙⊙⊙⊙⊙-----

آنکھوں کے اُس پار

(غزلیں، نظمیں)

فوزیہ رباب

آنکھوں کے اُس پار
فوزیہ رباب

آنکھوں کے اُس پار

(غزلیں، نظمیں)

فوزیہ رباب

عرشیہ پبلی کیشنز دہلی ۹۵

آنکھوں کے اُس پار
فوزیہ رباب

نام کتاب : آنکھوں کے اُس پار
شاعرہ : فوزیہ رباب
اشاعت اول: ستمبر ۲۰۱۷ء
مطبع : کلاسک آرٹ پریس، دہلی
تعداد : ۱۰۰۰
سرورق : اظہار احمد ندیم
ناشر : عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی

AANKHON KE US PAAR
(An Urdu Poetry Collection)
By ***FOZIYA RABAB***

Price : ₹ 500/- Edition : 2017

ملنے کے پتے:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۔۶
- رائی بک ڈپو الہ آباد۔ Mob.- 09889742811
- کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد، دہلی۔ Tel.- 011- 23276526
- کتاب دار، ممبئی۔ Tel.- 022-23411854
- مرزا ورلڈ بک، اورنگ آباد
- بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ۔۴، بہار
- ایجوکیشنل بک ہاوس، علی گڑھ
- ہدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، حیدرآباد
- مرزا ورلڈ بک، اورنگ آباد
- قاسمی کتب خانہ، جموں توی، کشمیر
- عثمانیہ بک ڈپو، کولکاتا

arshia publications
A-170, Ground Floor-3, Surya Apartment, Dilshad Colony, Delhi-110095
Mob: +91 9971775969, +91 9899706640, Email: arshiapublicationspvt@gmail.com

اب محبت کی اور کیا حد ہو
میری بیٹی میں تو جھلکتا ہے

پیکرِ خلوص و محبت، شریکِ محن و مسرت

محسن اقبال

کے نام، جن کے نام میری زندگی اور محبت کا انتساب بھی ہے۔ جن کی محبت نے مجھے کائنات کے سارے رنگوں سے محبت کرنا سکھایا۔ جن کے تعاون اور حوصلہ افزائی کے بغیر میرے شعری سفر کا پروان چڑھنا ممکن نہیں تھا۔ دعا ہے کہ یہ ساتھ ہمیشہ قائم و دائم رہے۔

تعارفی خاکہ

قلمی نام : فوزیہ ربابؔ پورا نام : فوزیہ قریشی

والد کا نام : محترم مفتی محمد اسجد قاسمی والدہ کا نام : مرحومہ ہاجرہ خاتون

تاریخِ پیدائش : 25 جولائی 1988

شادی : 29 مئی 2010

مجازی خدا : محسن اقبال صاحب اولاد : سارا اقبال

مقام پیدائش، پرورش و تعلیم : احمد آباد، گجرات

آبائی وطن و سسرال : بجنور، یوپی

سکونت : 2010 سے تا حال گوا میں

تعلیم : ☆ایم۔اے اور بی۔ایڈ از گجرات یونی ورسی ٹی، احمد آباد، گجرات

☆بی۔اے از فلاح دارین گرلس کالج، احمد آباد، گجرات

☆ماس کمیونی کیشن اینڈ جرنلزم، احمد آباد، گجرات

مجموعۂ کلام : ''آنکھوں کے اُس پار'' (ستمبر 2017 میں)

ادبی تنظیموں سے وابستگی: کئی ادبی تنظیموں نیز معیاری رسائل و جرائد سے وابستگی ہے جن میں ملت ٹائمز نیوز پورٹل، کاروان ادب، تزئین ادب وغیرہ شامل ہیں۔

اعزازات : ۱۔ سال 2016 میں ناری سمان ایوارڈ سے نوازا گیا۔

۲۔ فوزیہ ربابؔ کے اعزاز میں پاکستان میں بھی عظیم الشان مشاعرہ منعقد ہو چکا ہے۔

موبائیل نمبر: 9175521025 91 +

ای میل : iqbalfoziya@gmail.com

آنکھوں کے اُس پار

فوزیہ رباب

فہرست

نمبر	تخلیق	صفحہ
i	پیش لفظ	11
۱	اپنی ہستی تیری چاہت میں مثالی مولیٰ (حمد)	13
۲	جو بے کسوں کا ہے اک سہارا درِ نبیؐ ہے (نعت)	15
۳	کبھی لب پہ نعت سجا سکوں مجھے اذن دے (مناجات)	16
	غزلیں	
۴	یوں ہی دکھ ہو جاویں گے کم شہزادے	18
۵	دل میں ٹھہرا درد نگوڑا کوزہ گر	20
۶	لوٹ رہے ہو ہاتھ چھڑا کر شہزادے	21
۷	تم بھی اب شہر سے ڈر جاتے ہو حد کرتے ہو	24
۸	سونا چاہت ہیرا من شہزادے کا	25
۹	زلفِ محبت برہم برہم می رقصم	27
۱۰	گھائل ہے تیری شہزادی شہزادے	28
۱۱	عجیب چھایا ہے خوف و ہراس آنکھوں میں	30
۱۲	تم ہو میری زیست کا حاصل شہزادے	31
۱۳	دل میں تصویر تری آنکھ میں آثار ترے	33
۱۴	لوگ کرتے ہیں فقط وقت گزاری پاگل	35
۱۵	مجھ کو تو کچھ اور دِکھا ہے آنکھوں کے اُس پار	37

۱۶	اب کسی طور ترے بن نہیں رہنا پاگل	40
۱۷	جب سے تیری یاد پتھر ہو گئی	41
۱۸	اک بے ہنر کو داد میں ہر بار تالیاں	43
۱۹	میں بولی تیرے لب پہ ہے ہنسی میری	44
۲۰	مانگتا ہے کوئی حساب رباب	46
۲۱	چشمِ الفت لڑ گئی ہے اِن دنوں	48
۲۲	نظر اداس جگر بے قرار چپ خاموش	50
۲۳	زمیں کا کرب فلک پر کبھی عیاں نہ ہوا	52
۲۴	حسن سادہ کا وار آنکھیں ہیں	53
۲۵	وہ کہاں روز دل دکھاتے ہیں	55
۲۶	رنج و حزن و ملال نا سائیں	57
۲۷	ہزاروں مسئلے آئیں محبت کم نہیں ہوتی	58
۲۸	اُسی کا ذکر کہانی سے اقتباس رہے	59
۲۹	کس کو اپنا حال سنائیں آپ بتائیں	60
۳۰	کسی کا لمس کہاں اب نشان چھوڑے گا	62
۳۱	آپ سے ہے مجھے کوئی شکوہ گلہ نا جی بالکل نہیں	64
۳۲	مجھ کملی کا سنگھار پیا	65
۳۳	ذکر میرا کرتے ہیں دشنام سے	68
۳۴	ہمیں سدا یوں ہی صحرا نورد رہنا ہے	69
۳۵	اپنے غم کو سنبھال سکتی ہوں	70
۳۶	تیری خاطر ہی فقط دست حنائی ہے ناں	71
۳۷	وہ اگر بات ماننے لگ جائیں	73
۳۸	تمھیں میں یاد کروں اور بے حساب کروں	75
۳۹	سمندر آنکھ میں ٹھہرا ہے کیا کیا جائے	76

نمبر	عنوان	صفحہ
۴۰	چاہت کے اظہار سے پہلے مرجانا ہی اچھا تھا	77
۴۱	قریۂ خواب بے امان ہے کیا	78
۴۲	مری حسرتوں کا خیال کر مرے سانولے	80
۴۱	ہے،ہم میں عشق کا جوہر ہمیں تم سے محبت ہے	81
۴۴	عجیب درد سا پھیلا ہوا ہے بستی میں	82
۴۵	عشق کا اک عذاب تھوڑی ہے	83
۴۶	ان کے مسکرانے پر سانس ڈول جاتی ہے	84
۴۷	میں کلی جیسی ہوں پر خار سمجھتے ہیں مجھے	85
۴۸	اسی کا لمس ہر اک رات سے جڑا ہوا ہے	87
۴۹	چاندنی رات سے محبت ہے	88
۵۰	تجھ کو بھی خود کو سمجھانا پڑ جائے	89
۵۱	وہ مجھے بے وفا سمجھتا ہے	91
۵۲	میں سوالوں کو بھول جاتی ہوں	92
۵۳	مرے لبوں پہ ابھی تک ہے اضطراب عجیب	93
۵۴	اُس کی آنکھوں میں صدا ہو جیسے	94
۵۵	گواہ کرنے لگے ہیں شہادتوں کا لہو	95
۵۶	شرارتوں پہ یقیں کوئی کر بھی سکتا ہے	96
۵۷	پتھروں کی بستی میں اک مکان شیشے کا	98
۵۸	تیری آنکھوں میں جو اک قطرہ چھپا ہے میں ہوں	99
۵۹	ہزاروں درد آنسو بن کے چشمِ تر میں رہتے ہیں	100
۶۰	عشق کا شہر ہوں میں جس کا اجارہ تو ہے	101
۶۱	دل بہلایا جا سکتا تھا	102
۶۲	سرخرو ہجر ترا جاں مری لے کر ہوگا	103
۶۳	نقشِ تکمیل تک پہنچتا ہے	105

نظمیں

۶۴	تم جلدی لوٹ آؤ گے ناں؟	107
۶۵	مرا خواب تھیں جو محبتیں	109
۶۶	بیٹیاں	112
۶۷	قلم اٹھاؤ !	114
۶۸	آنٹی مجھ کو ڈر لگتا ہے	116
۶۹	لہو انسانیت کا ہے	118
۷۰	سنو برمی مسلمانو!	121
۷۱	حاجیو!!	124
۷۲	پیارے بھائی زین شکیل کی سالگرہ کے موقع پر	128
۷۳	ہمارا حسینؓ	130
۷۴	تمھیں کیا فرق پڑتا ہے	131
۷۵	امّی میری پیاری امّی	132
۷۶	محبت کی حسیں دیوی	134
۷۷	مری نظمیں پڑھو گے ناں؟	135
۷۸	عشق کی چاہت	136
۷۹	من کا روپ سنہرا	137
۸۰	میرا مُٹھرا سوہنا بالم	138
۸۱	دل کے بھید نرالے	139
۸۲	جگ سے نرالی پیت	140
۸۳	چھو لے من کے تار	142

گیت

۸۴	آنکھوں کے اُس پار	145
۸۵	ہمارا ہندوستان	147

پیش لفظ

آنکھوں کے اس پار کھڑے لفظ ہمیشہ سے میرے لیے حیرت کا در کھولتے ہیں، نئے جہانوں کی سیر کراتے ہیں، سو الفاظ کے ساتھ رہنا میرا مشغلہ ٹھہرا۔ کبھی شام ڈھلے میں ان کا ہاتھ تھام کر نکلتی ہوں تو نئے موسموں کے ذائقے اپنی اسیری میں لے لیتے ہیں، خیالوں کے ہجوم میں دور جھلملاتی روشنی، رقص کرتے سائے، مہکتے رنگ، امیدوں کے بادل، پہاڑوں کی سرمئی چوٹیاں، زمین کا غبار، شجر کے پوروں سے مہکتی خوشبو ہی میرا اثاثۂ حیات ٹھہرے۔ ان الفاظ کے پیچھے میرا دل یوں لپکتا ہے جیسے کوئی معصوم سا بچہ کسی تتلی کے پیچھے لپک جائے اور اس کے پاس اس کی کوئی وجہ بھی نہ ہو۔ الفاظ میرے سامنے اشکال بدلتے رہتے ہیں اور ان کا ذائقہ بھی یکساں نہیں رہتا، کبھی یہ دھنک اوڑھ کے مجھ سے ملنے آتے ہیں تو کبھی سبز موسموں کی نوید لاتے ہیں، کبھی پت جھڑ کی اداسی ان کے دامن میں ہوتی ہے تو کبھی سرد ہوائیں ان کے ساتھ رقص کرتی دکھائی دیتی ہیں۔

میں کبھی لفظوں کا ہاتھ پکڑ کے دور کھیتوں کی طرف نکل جاتی ہوں جہاں سبزہ میرے پاؤں چومتا ہے تو میرے احساسات شعروں میں ڈھلنے لگتے ہیں۔ کبھی رات گئے یہ لفظ مجھے چاند نگر لے جاتے ہیں جہاں چاندنی بانہیں کھولے میری منتظر

ہوتی ہے تو غزل تخلیق پا جاتی ہے اور کبھی یہ لفظ خوشبو بن کے مجھے مہکا جاتے ہیں تو نظم ہوتی ہے۔

یہ لفظ میری سہلیاں بھی ہیں جو مجھ سے اٹھکھیلیاں بھی کرتی ہیں۔ جھولا جھولتے ہوئے مجھے سروں کے ہلکورے سنائی دیتے ہیں جیسے کوئی خواب کا منظر رچا جا رہا ہو اور شہزادی ہوا کے رتھ پہ سوار اپنے محل کی جانب مائل بہ سفر ہو، دھڑکنوں پر مدھر گیت اترتے ہوئے لفظ، منظروں سے جھانکتے ہوئے لفظ، دریچوں سے نکلتے ہوئے لفظ، لفظ جو زندگی کی علامت بھی ہیں، لفظ جو صداقت کے علمبردار بھی ہیں۔

میں شاعرہ کب سے ہوں اور میں شاعرہ کیوں ہوں اس کا کوئی ٹھوس جواب شاید میرے پاس بھی نہیں، مجھے کائنات کی خوبصورتی اپنی طرف کھینچتی ہے اور اس میں جو بھی مجھے محسوس ہوتا ہے اسے میں الفاظ میں انڈیل دیتی ہوں شاید اسی کو شاعری کہتے ہیں۔

— فوزیہ رباب
گوا، الہند

حمد باری تعالیٰ

اپنی ہستی تری چاہت میں مٹالی مولیٰ
لب ہیں خاموش رہی چشم سوالی مولیٰ

بھیجتی ہوں ترے محبوبؐ کو صد بار درود
تجھ سے ملنے کی یہ تدبیر نکالی مولیٰ

کون ہے تیرے سوا جو مری جھولی بھر دے
نیکیوں سے تو مرے ہاتھ ہیں خالی مولیٰ

بادشاہا! مری تقدیر مدینہ کر دے
انؐ کی چاہت کی میں ادنیٰ سی سوالی مولیٰ

اب تو کہتا ہے مجھے سارا زمانہ تیرا
اپنی ہستی کی یہ پہچان بنالی مولیٰ

بڑھ گیا نورِ نظر صرف اسی کے باعث
خاک طیبہ کی جب آنکھوں میں سجالی مولیٰ

یہ کوئی عام سا در کب ہے کہ خالی لوٹوں
میں کہ بس تیرے ہی در کی ہوں سوالی مولیٰ

نعت

جو بے کسوں کا ہے اک سہارا درِ نبیؐ ہے
نہیں ہے جس کے بنا گزارا درِ نبیؐ ہے

ریاضتوں کا صلہ ملے بس اسی کی صورت
مری محبت کا استعارہ درِ نبیؐ ہے

ارے زمانے ہمیں یہاں کی دمک نہ دکھلا
تجھے کہا ناں کہ بس ہمارا درِ نبیؐ ہے

ہیں اِس جہاں میں غموں کی طغیانیاں مسلسل
اور ایسے طوفاں میں بس کنارا درِ نبیؐ ہے

اگر ہو طالب خدا کے رحم و کرم کے تو پھر
سمجھ بھی جاؤ مرا اشارہ درِ نبیؐ ہے

ربابؔ ہم کو طلب نہیں ہے زماں مکاں کی
ہمیں ہو کیا غم کہ اب ہمارا درِ نبیؐ ہے

مناجات

کبھی لب پہ نعت سجا سکوں مجھے اذن دے
میں مدینہ جا کے سنا سکوں مجھے اذن دے

مری التجائیں حضورؐ ان کے پہنچ سکیں
انھیں دُکھ میں اپنے سنا سکوں مجھے اذن دے

مری عمر گزرے فقط حضورؐ کی یاد میں
کہ میں اپنی ذات بھلا سکوں مجھے اذن دے

مجھے اس جہاں کی طلب نہیں مرے کبریا
میں اُنھیںؐ کی خود کو بنا سکوں مجھے اذن دے

کبھی انؐ کے سامنے بیٹھ کر اے مرے خدا
میں تڑپ کے اشک بہا سکوں مجھے اذن دے

مجھے اذن دے کہ حروف اتنے ہوں معتبر
میں انھیںؐ کو ان میں بسا سکوں مجھے اذن دے

مجھے حشر میں بھی انھیںؐ کا دستِ کرم ملے
میں یہاں بھی انؐ سے نبھا سکوں مجھے اذن دے

یوں ہی دکھ ہو جاویں گے کم شہزادے
آ جا سکھ کے خواب بنیں ہم شہزادے

اپنے ہوش گنوا بیٹھی ہوں پھر سے آج
سوچ رہی ہوں تجھ کو ہر دم شہزادے

شہزادی کے خواب عذاب نہ کر جانا
ہو جاویں گی آنکھیں پُر نم شہزادے

میری روح میں تیری یاد اُترتی ہے
ہولے ہولے مدھم مدھم شہزادے

ایسا سخت تکلّم آخر کیوں بولو
کیوں رہتے ہو برہم برہم شہزادے

کب تک تنہا تنہا ٹوٹیں بکھریں گے
روح میں روح کو ہونے دے ضم شہزادے

شہزادے! کچھ اور نہ مانگے شہزادی
نکلے تیری بانہوں میں دم شہزادے

رفتہ رفتہ ہو گئے آخر تیرے نام
میرا جیون میرے موسم شہزادے

تجھ سے ہی مانوس ہوا سو تو جانے
جگ کیا جانے دل کا عالم شہزادے

آنسو تجھ کو ڈھونڈیں ہیں دیوانہ وار
شہزادی کی آنکھیں ہیں نم شہزادے

کب تک تنہا چُنتی جائے زخم ربابؔ
رکھ میٹھے لفظوں کے مرہم شہزادے

دل میں ٹھہرا درد نگوڑا کوزہ گر
کیسے موڑ پہ تو نے چھوڑا کوزہ گر

میں بھی خود سے روٹھی روٹھی رہتی ہوں
جب سے تو نے مکھ ہے موڑا کوزہ گر

اب تو بکھرے بکھرے ہیں اجزا میرے
جوڑا تھا تو کیوں کر توڑا کوزہ گر

میری ہستی میں بھی تیری ہستی ہے
میرا مجھ میں کچھ بھی نہ چھوڑا کوزہ گر

میں نے خود میں تیری یاد سجائی ہے
جب بھی تو نے تنہا چھوڑا کوزہ گر

رگ رگ میں اب محشر برپا رہتا ہے
دکھ تھا پہلے بھی کب تھوڑا کوزہ گر

کس نے مجھ سے چہرہ میرا چھینا ہے
کس نے میرا خون نچوڑا کوزہ گر

لَوٹ رہے ہو ہاتھ چھڑا کر شہزادے
کیا ملتا ہے مجھ کو رُلا کر شہزادے

بولو کیسے خود کو اب تم روکو گے
دل کی بے تابی کو بڑھا کر شہزادے

کب تک اک اک لمحہ یوں ہی کاٹیں گے
دیواروں کو درد سنا کر شہزادے

کتنا روئی کیا تجھ کو معلوم نہیں
آج میں تیرا ہجر منا کر شہزادے

دیر تلک کیوں روٹھے رہتے ہو
کیا ملتا ہے جان جلا کر شہزادے

آج نکھار دیا ہے میری شب کا روپ
تُو نے میرے خواب میں آ کر شہزادے

اپنی آنکھوں کی قیمت نہ گرا لینا
ایسے میرا مول گھٹا کر شہزادے

آج پتا ہے؟ میں نے پھر سے یاد کیا
تجھ کو کتنی بار بھلا کر شہزادے

تم نے میری ہستی کو پامال کیا
میری ہر اک ضد کو مٹا کر شہزادے

من کے نازک محل میں سخت اناؤں کی
کہاں گئے دیوار اُٹھا کر شہزادے

پریم کی گنگا جمنا من میں بہا دی ناں
تم نے اپنے خواب دکھا کر شہزادے

روپ سنوار کے تیری آس میں شہزادی
رستہ دیکھے سیج سجا کر شہزادے

مجھ کو لگا لو آج پھر اپنے سینے سے
کان میں وہ اک بات بتا کر شہزادے

بجت میں تیرا ساتھ میسّر ہو جائے
تو بھی سوہنے رب سے دعا کر شہزادے

کس کو سنائے خاموشی کے بَین رباؔب
دل روتا ہے درد چھپا کر شہزادے

تم بھی اب شہر سے ڈر جاتے ہو حد کرتے ہو
دیکھ کر مجھ کو گزر جاتے ہو حد کرتے ہو

نین تو یوں ہی تمھارے ہیں بلا کے قاتل
اُس پہ تم روز سنور جاتے ہو حد کرتے ہو

میری آنکھوں سے بھی آنسو نہیں گرنے پاتے
میری آنکھوں میں ٹھہر جاتے ہو حد کرتے ہو

میرے جذبات میں تم بہہ تو لیا کرتے ہو
کیسے دریا ہو اتر جاتے ہو حد کرتے ہو

میں بھی ہر روز ہی کرتی ہوں بھروسا تم پر
تم بھی ہر روز مکر جاتے ہو حد کرتے ہو

تم تو کہتے تھے ربابؔ اب میں تری مانوں گا
پھر بھی تم دیر سے گھر آتے ہو حد کرتے ہو

سونا چاہت ہیرا من شہزادے کا
عشق سراپا پیراہن شہزادے کا

اِن کو آنسو مت کہنا اچھے لوگو
آنکھ میں اُترا ہے ساون شہزادے کا

اِس سے بڑھ کر کیا دولت کی چاہ کروں
میرے پاس ہے سندر من شہزادے کا

ایک دعا ہی لب پر اٹکی رہتی ہے
کبھی نہ چھوٹے اب دامن شہزادے کا

میں بھی ہوں انمول نگاہوں میں اس کی
اور بھلا کیا ہوگا دھن شہزادے کا

آس لگائے نین بچھائے ہر لمحہ
رستہ دیکھے یہ برہن شہزادے کا

کروں دعائیں دیپ بہا کر پانی میں
میرے سنگ کٹے جیون شہزادے کا

جب بولے تو صحرا میں بھی پھول کھلیں
شیریں لب سیراب سخن شہزادے کا

ہر پل ہر دم رستہ دیکھا کرتی ہوں،
میں پگلی دیوانی بن، شہزادے کا

کیسے روٹھتا اور جھگڑتا رہتا ہے
دیکھے کوئی پاگل پن شہزادے کا

شہزادی کی سانسوں میں وہ بستا ہے
اس کی روح ہے اور بدن شہزادے کا

مجھ میں ربابؔ ہے یوں چاہت شہزادے کی
روح سے باندھ لیا بندھن شہزادے کا

زلفِ محبت برہم برہم می رقصم
وجد میں ہے پھر چشمِ پرنم می رقصم

عشق کی دُھن میں آنکھیں نغمہ گاتی ہیں
گھول مرے جذبوں میں سرگم می رقصم

سائیاں زخم تری ہی جانب تکتے ہیں
آج لگا نینوں سے مرہم می رقصم

میری مستی میں سرشاری تیری ہے
میرے اندر تیرے موسم می رقصم

وحدت کا اک جام پلا دے آنکھوں سے
ایک نظارا دیکھوں پیہم می رقصم

آ سانول آ ایسے آن سما مجھ میں
رقصاں ہوں دو روحیں باہم می رقصم

پھیل گئی ہر گام ربابؔ محبت یوں
می رقصم می رقصم رقصم می رقصم

گھائل ہے تیری شہزادی شہزادے
تو نے جو ہر بات بھلا دی شہزادے

ہر جانب ہو ایک منادی شہزادے
تیری ہو گئی یہ شہزادی شہزادے

ہنستے ہنستے روتی ہوں پھر ہنستی ہوں
عشق نے کیسی مجھ کو سزا دی شہزادے

آج بھی عرش کو دیکھا تیرا نام لیا
آج بھی میں نے تجھ کو دعا دی شہزادے

شام ڈھلے تو درد بھی اپنی آمد کی
کر دیتا ہے روز منادی شہزادے

ہم نے تو بس پیار کیا تھا پاپ نہیں
لوگوں نے تو بات بڑھا دی شہزادے

تجھ کو چاہا تو پھر ٹوٹ کے چاہا ہے
شعلوں کو بھی خوب ہوا دی شہزادے

قبر پہ روتے رہنے سے سُکھ پاؤ گے
تم نے کتنی دیر لگا دی شہزادے

بولو آخر دل پر کیا کچھ بیتے گی
تم نے جو ہر یاد مٹا دی شہزادے

جتنی عمر ہے باقی وہ بھی تیرے نام
جتنی تھی وہ تجھ پہ لٹا دی شہزادے

آج ربابؔ کے لب پر چیخی خاموشی
خاموشی نے تجھ کو صدا دی شہزادے

عجیب چھایا ہے خوف و ہراس آنکھوں میں
تمھارا درد نہیں ہے اداس آنکھوں میں

تمام دشت پہ طاری ہے وجد کا عالم
جنوں کا رقص ستارا شناس آنکھوں میں

گئے زمانوں سے رشتہ مرا نہیں ٹوٹا
ادھورے خوابوں کی رکھی ہے باس آنکھوں میں

ہر ایک چہرے سے ایسا دھواں نہیں اٹھتا
یہ خاص روشنی ہوتی ہے خاص آنکھوں میں

یہ کیسا خواب سجا ہے رباؔب کچھ دن سے
کہ کم نہیں کبھی ہوتی مٹھاس آنکھوں میں

تم ہو میری زیست کا حاصل شہزادے
توڑ نہ دینا تم میرا دل شہزادے

اپنے اندر تم کو دیکھ رہی ہوں میں
آئینہ ہے میرے مقابل شہزادے

سیم و زر پر اِتراتے تھے دیکھو اب
عشق نگر میں بن گئے سائل شہزادے

شہزادی نے دل ہارا اور جیتی جنگ
مالِ غنیمت میں تم شامل شہزادے

وصل کی رُت کا اب تو استقبال کرو
کوُک رہی ہے باغ میں کوئل شہزادے

شہزادے یہ دنیا فکر میں غلطاں ہے
جب سے میں ہوں تم پر مائل شہزادے

ڈگر ڈگر میں بھٹک رہی ہوں آج تلک
تجھ سے بچھڑ کر کیسی منزل شہزادے

اک جانب توُ دوسری جانب تیری رباب
ایک زمانہ بیچ میں حائل شہزادے

دل میں تصویر تری آنکھ میں آثار ترے
زخم ہاتھوں میں لیے پھرتے ہیں بیمار ترے

اے شبِ رنج و الم دیکھ ذرا رحم تو کر
آہ کس کرب میں رہتے ہیں عزا دار ترے

زعم ہے تجھ کو اگر اپنے قبیلے پہ تو سُن
میرے قدموں میں گرے تھے کبھی سردار ترے

آج بازار میں لائی گئی جب تیری شبیہ
بھاگتے دوڑتے آ پہنچے خریدار ترے

سامنے کیوں تری عصمت پہ اٹھی ہے انگلی
کیوں یہ چرچے ہیں مسلسل پسِ دیوار ترے

ان کے دکھ درد کا تجھ سے بھی مداوا نہ ہوا
اپنی حالت پہ جو ہنستے رہے فنکار ترے

مجھ سے پھر چھٹتے ہوئے ابرِ الم نے یہ کہا
آج کی شام پلٹ آئیں گے غم خوار ترے

جانے کیا رنگ ربابؔ اب انھیں دے گی دنیا
کس قدر درد سے لبریز ہیں اشعار ترے

لوگ کرتے ہیں فقط وقت گزاری پاگل
بات کرتا ہے یہاں کون ہماری پاگل

اس نے اک بار کہا ''کوئی نہیں تم جیسا''
تب سے میں لگنے لگی خود کو بھی پیاری پاگل

وہ بھی ہنس ہنس کے کیا کرتا تھا باتیں اور میں
اُس کی باتوں میں چلی آئی بچاری پاگل

ایک مدّت سے تری راہ میں آ بیٹھی ہے
عشق میں تیرے ہوئی راج کماری پاگل

میں نے پوچھا کہ کوئی مجھ سے زیادہ ہے حسیں
آئینہ ہنس کے یہ بولا اری جا ری پاگل

یوں نہیں ہے کہ فقط نین ہوئے ہیں میرے
دیکھ کر تجھ کو ہوئی ساری کی ساری پاگل

اس نے پوچھا کہ مری ہو ناں؟ تو پھر میں نے کہا
ہاں تمھاری، میں تمھاری، میں تمھاری پاگل

میں رباؔب اس سے زیادہ تجھے اب کیا دیتی
زندگی میں نے ترے نام پہ واری پاگل

مجھ کو تو کچھ اور دِکھا ہے آنکھوں کے اُس پار
تم بتلاؤ آخر کیا ہے آنکھوں کے اُس پار

سپنا کوئی بکھر چکا ہے آنکھوں کے اُس پار
دریا جیسے ٹوٹ پڑا ہے آنکھوں کے اُس پار

لکھوں تیرا نام، پڑھوں تو سانول تیرا نام
تیرا ہی بس نام لکھا ہے آنکھوں کے اُس پار

بینائی تیرے رستوں کو تھام کے بیٹھی ہے
تیرے گھر کا دَر بھی وا ہے آنکھوں کے اُس پار

آنکھوں کے اِس پار تو جیسے دریا ٹھہر گیا
لیکن صحرا بکھر گیا ہے آنکھوں کے اُس پار

دن تعبیر مری چوکھٹ پر لا کر رکھ دے گا
رات نے تیرا خواب بُنا ہے آنکھوں کے اُس پار

رکھ دیتا ہے ہاتھ آنکھوں پر غیر کو جب بھی دیکھوں
جانے ایسا کون چھپا ہے آنکھوں کے اُس پار

اُس کو جاتا دیکھ رہی ہیں ہنس ہنس کر یہ آنکھیں
جانے کیا کچھ بیت رہا ہے آنکھوں کے اُس پار

اب تو آ کر دیکھے گا تو روتا جائے گا
ہم نے ایسا بَین کیا ہے آنکھوں کے اُس پار

بس اک خواب کی میّت ہے اور ماتم داری ہے
ہم نے جا کر دیکھ لیا ہے آنکھوں کے اُس پار

ہم نے تیری آنکھوں میں رہ کر محسوس کیا
کتنا درد چھپا رکھا ہے آنکھوں کے اُس پار

اب دنیا کے چہروں میں تجھ کو میں کیا دیکھوں
دل نے تجھ کو دیکھ لیا ہے آنکھوں کے اُس پار

لاکھ زمانہ بیچ آئے، تو لاکھ ہو مجھ سے دور
لیکن بالکل پاس کھڑا ہے آنکھون کے اُس پار

کیوں نہ ہر اک جانب اب شہزادے کی صورت ہو
ہم نے اُس کو نقش کیا ہے آنکھوں کے اُس پار

تجھ کو تو آباد لگا کرتی ہیں یہ آنکھیں
ویرانی کا شہر بسا ہے آنکھوں کے اُس پار

اوجھل اوجھل رہنے والا میری آنکھوں سے
مجھ سے کتنی بار ملا ہے آنکھوں کے اُس پار

آنکھوں سے تو نکل پڑا ہے پل بھر میں لیکن
آنسو کا سامان بچا ہے آنکھوں کے اُس پار

حیرانی اِس پار سے آخر کر بیٹھی ہے کوچ
وہ کتنا حیران کھڑا ہے آنکھوں کے اُس پار

تجھ کو بھی سرشار نہ کر دیں آنکھیں تو کہنا
ایک طلسمِ ہوش رُبا ہے آنکھوں کے اُس پار

پتھّر ہو کر رہ جائیں گی آنکھیں موند ربابؔ
اب بھی اس کا خواب پڑا ہے آنکھوں کے اُس پار

اب کسی طور ترے بن نہیں رہنا پاگل
سوچ رکھا ہے تجھے کچھ نہیں کہنا پاگل

اب مرے دکھ میں تو پہلے سے کمی آئی ہے
پر مجھے اور ترا دکھ نہیں سہنا پاگل

ڈوبنا ہے تو اترنا ہے ترے اندر تک
مجھ کو یوں ہی تو نہیں موج میں بہنا پاگل

میں، مری روح، مرا دل تو رہا کرتا تھا
اب تو رہتا ہے تری یاد میں گہنا پاگل

اپنے انداز بدلنے سے ہے تم کو بھی گریز
مجھ کو بھی اور زیادہ نہیں رہنا پاگل

اب ستاتے ہیں وہ ماضی کے جھروکے بھی ربابؔ
وہ مرے کان میں آکر ترا کہنا ''پاگل''

جب سے تیری یاد پتّھر ہو گئی
ہو گئی برباد پتّھر ہو گئی

بے خبر میرے تجھے اِس بار میں
کرتے کرتے یاد پتّھر ہو گئی

عرش کی جانب چلی تھی اور پھر
میری ہر فریاد پتّھر ہو گئی

بہہ نہیں پائی تمھاری آنکھ کیوں
کیوں مری روداد پتّھر ہو گئی

ہائے دل نگری کی قسمت کیا کہوں
ہو کے جو آباد پتھّر ہو گئی

حوصلے اتنے مرے نازک نہ تھے
پڑ گئی افتاد پتھّر ہو گئی

اب مجھے حیرت نہیں ہوتی سنو!
میں تمھارے بعد پتھّر ہو گئی

منجمد تھا وہ غزل سن کر مری
اور ساری داد پتھّر ہو گئی

اک بے ہنر کو داد میں ہر بار تالیاں
مجھ کو تو لگ رہی ہیں سزاوار تالیاں

پہلے تو اہلِ حق کو چڑھایا ہے دار پر
اس پر لگائیں جھوٹ کا انبار ''تالیاں''

ایسے سراہتا ہے یہ شہرِ منافقت
جیسے کسی کے فن کا ہوں انکار تالیاں

اِس پار تھا غریب کا لاشہ پڑا ہوا
بجنے لگی تھیں جھیل کے اُس پار تالیاں

ہم نے سدا ہی جھوٹ سے کی ہیں بغاوتیں
یوں ہی بجا نہ پائیں گے سرکار تالیاں

آنسو ربابؔ ایسے خوشی سے نکل پڑے
جیسے ہوں بس ہجوم میں غم خوار تالیاں

میں بولی تیرے لب پر ہے ہنسی میری
وہ بولا مت بڑھاؤ بے کلی میری

میں بولی شاہزادے مول کیا میرا
وہ بولا شاہزادی زندگی میری

میں بولی تیرگی ہر سو زیادہ ہے
وہ بولا پھیلنے دو روشنی میری

میں بولی ہجر میں کیسے جیو گے تم
وہ بولا رک نہ جائے سانس ہی میری

میں بولی خواب کس کا دیکھتے ہو تم
وہ بولا آنکھ میں دیکھو کبھی میری

میں بولی کیوں بہت بے چین رہتے ہو
وہ بولا قہر ہے دل کی لگی میری

میں بولی تم سخن کے شاہزادے ہو
وہ بولا تم ہو جاناں شاعری میری

میں بولی زندگی پر دکھ کے سائے ہیں
وہ بولا تم رباب اب ہر خوشی میری

مانگتا ہے کوئی حساب رباؔب
کردے آج اُس کو لاجواب رباب

میں ہوں اک عشق کی کتاب رباؔب
اور تو میرا انتساب رباب

میری راہوں میں صرف خار ہی خار
ان کی راہوں میں بس گلاب رباؔب

ہم نے مانا بہت حسین ہیں آپ
پھر بھی کرنا ہے اجتناب رباب

کیا مری ذات کا قصور حضور
عشق میں کیا گنہ ثواب رباؔب

ہر قدم پر ہے اک عجیب فریب
زندگی ہے فقط سراب رباب

میں نے رکھا گھڑے پہ ذات کا بوجھ
چیخنے کیوں لگا چناب رباب

اس کی خاطر کوئی سویر نہ شام
جو پیئے عشق کی شراب رباب

چاہتوں کا وہ درس یاد ہے کیوں
کب تھا وہ شاملِ نصاب رباب

بیٹیاں ہیں حضور، آنکھ کا نور
الجھا ریشم ہے یہ شباب رباب

حسنِ سادہ تھا اشک بار کہ آج
کر گیا آئینہ حجاب رباب

رہ گئی دل میں ایک شام کی یاد
بس گئے آنکھ میں سحاب رباب

تیرے دل میں ابھر رہے ہیں جو
سب سوالوں کا ہے جواب رباب

چشمِ الفت لڑ گئی ہے اِن دنوں
اک عجب سی بے کلی ہے اِن دنوں

عشق بھی کرنا ہے گھر کے کام بھی
یہ مصیبت بھی نئی ہے اِن دنوں

بغض و نفرت سے کنارا کر لیا
پُر سکوں یہ زندگی ہے اِن دنوں

درگزر کرتی ہوں میں سب کی خطا
''دشمنوں سے دوستی ہے اِن دنوں''

شوخ سی لڑکی کو دیکھو کیا ہوا
کتنی گم صم ہو گئی ہے اِن دنوں

اک سہیلی سے لڑائی ہوگئی
تم کو ہی بس پوچھتی ہے اِن دنوں

دائرے سے بَن رہے ہیں آنکھ میں
دھوپ ہے یا روشنی ہے اِن دنوں

تیرے آنے کی خبر کا ہے کمال
آئینے سے بَن رہی ہے اِن دنوں

کوئی رستہ روک کر پوچھے ربابؔ
کس ڈگر پر چل رہی ہے اِن دنوں

نظر اداس جگر بے قرار چُپ خاموش
تجھے کہا نہ ابھی صبر یار چُپ خاموش

خدا کے واسطے کر دے دلِ تباہ معاف
ترا مزید نہیں اعتبار چُپ خاموش

یہ منزلوں کے سبھی واہمے مچائیں شور
مگر ہے کس لیے ہر رہ گزار چُپ خاموش

وہ عمر بھر کے لیے لے گیا زبان مری
کہا تھا اس نے کبھی ایک بار چُپ خاموش

نہ تو نہ تیری کوئی بات ہے نہ آہٹ ہے
سماں ہے آج بہت سوگوار چپ خاموش

ابھی سماعتیں گھائل ہیں تلخ لفظوں سے
صدائیں بھی ہیں بڑی تارتار چُپ خاموش

یہی تو ہے جو ستاتا نہیں مجھے تجھ سا
ہے تیرا درد بڑا بردبار چُپ خاموش

زباں پھسل کے تری شان تجھ سے چھینے گی
لگام دے تو اسے میرے یار چُپ خاموش

رباؔب کوئی دلاسا نہ حوصلہ موجود
زبان قفل شدہ دل دیار چُپ خاموش

زمیں کا کرب فلک پر کبھی عیاں نہ ہوا
ہمارا درد کبھی زیبِ داستاں نہ ہوا

کسی بھی دوست نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی
''ہمارے عشق کا چرچا کہاں کہاں نہ ہوا''

یہ ہجر جان سے کم پر تو مانتا ہی نہیں
خدا کا شکر کہ تم پر یہ امتحاں نہ ہوا

عجب ہے درد کی وحشت اجاڑ دیتی ہے
تمھاری عمر کا لمحہ بھی بیکراں نہ ہوا

ربابؔ ہم نے تو چھیڑا تھا ساز کی لے کو
یہ اور بات کہ نغمہ وہ جاوداں نہ ہوا

حسن سادہ کا وار آنکھیں ہیں
بن ترے بے قرار آنکھیں ہیں

میری جانب ہے جو ترا چہرہ
میری جانب ہزار آنکھیں ہیں

عیب تیرا کہاں چھپے گا اب
شہر میں بے شمار آنکھیں ہیں

میں نے طرزِ وفا تھا اپنایا
اس لیے اشکبار آنکھیں ہیں

پارسائی کہاں گئی بولو
آج کیوں داغدار آنکھیں ہیں

ایک نقشہ تھا خواب کا کھینچا
اس لیے تار تار آنکھیں ہیں

جیسے ان میں سحاب رہتے ہوں
کتنی زار و قطار آنکھیں ہیں

جن کی تعبیر میں ملے وحشت
ایسے خوابوں پہ بار آنکھیں ہیں

وہ جو چہرہ ہی پڑھ نہیں سکتیں
کتنی جاہل گنوار آنکھیں ہیں

ہر نظر آر پار ہوتی ہے
ہائے کیا دل فگار آنکھیں ہیں

خواب دیکھا رباؔب نے کیوں کر
کیوں بہت سوگوار آنکھیں ہیں

وہ کہاں روز دل دکھاتے ہیں
ہم بھی کب اتنا مسکراتے ہیں

کیوں جراثیم بغض و نفرت کے
ذہن میں اُن کے کلبلاتے ہیں

اِس بناوٹ کے دَور میں لوگو
ہم مروّت میں ٹوٹ جاتے ہیں

جب بھی پاتے ہیں اک جھلک تیری
غم زمانے کے بھول جاتے ہیں

آپ ہوتے ہیں جب خفا مجھ سے
خواب آنکھوں سے روٹھ جاتے ہیں

سچ کا اظہار بھی گناہ ہے کیا؟
کس لیے آپ تلملاتے ہیں

خود کو کہتے ہیں بلبل اردو
دیکھیے کیسے بلبلاتے ہیں

کہہ دیا جب کہ آپ کی ہوں میں
آپ کیوں مجھ سے روٹھ جاتے ہیں

یاد میں کس کی صبح و شام ربابؔ
اشک آنکھوں میں جھلملاتے ہیں

رنج و حزن و ملال نا سائیں
کوئی میرا کمال نا سائیں

اک ترے بعد ہو مرے دل میں
اور کوئی خیال نا سائیں

بخت میں ہے تری نظر تو پھر
بخت میں ہو زوال نا سائیں

بادشاہا تری ہے سرداری
میں کروں گی سوال نا سائیں

ہے یقیں آپ لوٹ آئیں گے
کب رہا احتمال نا سائیں

عادت اب ہوگئی اذیت کی
میں رہوں اور نڈھال نا سائیں

ہزاروں مسئلے آئیں محبت کم نہیں ہوتی
ہمیں دن رات تڑپائیں محبت کم نہیں ہوتی

ارے اتنے پریشاں ہو رہے ہو کس لیے ہمدم
تمھیں یہ کیسے سمجھائیں محبت کم نہیں ہوتی

تمھارے بن سبھی موسم اگن دل میں لگاتے ہیں
ہمیں یہ لاکھ سلگائیں محبت کم نہیں ہوتی

تمھیں دل سے لگا کر اپنے اندر جذب کر لیں گے
کبھی آؤ تو بتلائیں محبت کم نہیں ہوتی

ہماری ذات میں اترو اگر تم جھانک لو دل میں
تو پھر ہم تم کو دکھلائیں محبت کم نہیں ہوتی

اگر دنیا کہے اک دوسرے کو ہم بھلا دیں گے
چلو دنیا کو جھٹلائیں محبت کم نہیں ہوتی

رباؔب اس خوبرو نے ہم پہ جادو کر دیا اپنا
سو ہم کم کیسے کر پائیں محبت کم نہیں ہوتی

اُسی کا ذکر کہانی سے اقتباس رہے
وہ ہر گھڑی جو مرے واسطے اداس رہے

یہ اُس کا قرب مجھے عشق کی عطا سے ملا
وہ دوُر جائے مگر میرے آس پاس رہے

طرح طرح سے مجھے تو بچھڑ بچھڑ کے ملا
طرح طرح کے میرے ذہن میں قیاس رہے

تمھارے غم کے سوا اور کوئی غم بھی نہ تھا
تمھارے درد مرے درد کی اساس رہے

وہ کتنے ناز سے کہنے لگے رباؔب اگر
اداس رہنے لگی ہے تو پھر اداس رہے

کس کو اپنا حال سنائیں آپ بتائیں
کیسے دل کو ہم سمجھائیں آپ بتائیں

آپ کہیں میں بعد میں ہی اپنی کہہ لوں گی
آپ کہیں پھر بھول نہ جائیں آپ بتائیں

آپ کی اس اکتاہٹ سے کیا سمجھا جائے
کیا اب ہم ملنے نہیں آئیں آپ بتائیں

آپ بنا اب کون ہمارے ناز اٹھائے
کس سے روٹھیں کس کو ستائیں آپ بتائیں

آنکھیں رستہ تکنے پر معمور ہوئیں ہیں
دل سے کیسے یاد مٹائیں آپ بتائیں

بولیں! آپ پہ کوئی قیامت گزرے گی کیا
آپ کے جیسے ہم ہو جائیں آپ بتائیں

فرق کہاں رہ جائے گا پھر ہم دونوں میں
ہم بھی اگر احسان جتائیں آپ بتائیں

خاموشی نے سب کچھ ہی تو کہہ ڈالا ہے
بولیں ناں! اب کیا بتلائیں؟ آپ بتائیں

آپ نے خود کو خود ہی شہر میں عام کیا ہے
کیوں نہیں اب یہ لوگ ستائیں آپ بتائیں

کب تک تنہا قول نبھاتے جائیں گے ہم
کب تک ہوں مجروح وفائیں آپ بتائیں

مجھ بیچاری کا کہنا کس گنتی میں ہے
آپ بھلے کچھ بھی فرمائیں، آپ بتائیں

عشق پڑا ہے پیچھے ہاتھ ہی دھو کر جیسے
کیسے اپنی جان بچائیں آپ بتائیں

کون ربابؔ سنے اب لوگوں کی باتوں کو
چھوڑیں! جو بھی لوگ سنائیں آپ بتائیں

کسی کا لمس کہاں اب نشان چھوڑے گا
چلا کے تیر وہ اپنی کمان چھوڑے گا

ہوائے شہر سے جس کو بھی خوف آتا ہو
وہ کیسے گاؤں کا کچا مکان چھوڑے گا

ہزار اس کے پروں کو کتر کے دیکھو تم
پرندِ فکر کہاں اب اُڑان چھوڑے گا

میں جانتی ہی نہیں تھی صداقتوں کا امین
مرے خلاف ہی جھوٹے بیان چھوڑے گا

میں تجھ سے مل کے بھی بچھڑی ہوئی رہوں گی اب
یہ تیرا ہجر کہاں میری جان چھوڑے گا

یہ شدّتیں بھی تو اکثر فریب دیتی ہیں
مرا جنوں ہی مجھے بے نشان چھوڑے گا

توقعات کا عالم عجیب تھا مجھ میں
کہاں تلک وہ مجھے بدگمان چھوڑے گا

رباؔب دور سہی پر یقین محکم ہے
مجھے کبھی نہ وہ بے سائبان چھوڑے گا

آپ سے ہے مجھے کوئی شکوہ گلہ نا جی بالکل نہیں
جی نہیں یہ ہے میری وفا کا صلہ نا جی بالکل نہیں

آپ سے دور ہرگز نہ رہ پاؤں گی میں تو مر جاؤں گی
غم کا ہے مجھ کو منظور یہ قافلہ نا جی بالکل نہیں

آ کے مجھ سے حوادث زمانے کے ٹکرا بھی جائیں اگر
پست ہو جائے گا یہ مرا حوصلہ نا جی بالکل نہیں

آپ آئیں مرے سامنے تو حیائیں سمٹنے لگیں
ٹوٹ جائے محبت کا یہ سلسلہ نا جی بالکل نہیں

مجھ کملی کا سنگھار پیا
ان سانسوں کا سردار پیا

تجھ بن در چھت دیوار ڈسے
تجھ بن سونا گھر بار پیا

ہر جذبے کی پہچان بھی تو
تو سانول تو دلدار پیا

ان سر آنکھوں پر حکم ترا
میں مانوں ہر ہر بار پیا

تو ہی میرا غم خوار سجن
میں کرتی ہوں اقرار پیا

اب سانسیں چور و چور ہوئیں
اب آ مل تو اک بار پیا

اک دکھ نے گھیرا ڈال دیا
اب لے چل نگری پار پیا

ہے من اندر اک آس تری
تو سانسوں کو درکار پیا

ہر منزل پا کر ہجر ملے
سب راہیں بھی پر خار پیا

تو پاکیزہ سی ایک دعا
یہ دل تیرا دربار پیا

اک سُکھ سے سوئے وصل ترا
جانے کب ہو بیدار پیا

پھر چاہت کی اک بات تو کر
مت چپ چپ رہ کر مار پیا

تک تک راہیں اب نین تھکے
یہ برسیں زار و زار پیا

اب دے ہاتھوں میں ہاتھ مرے
میں اک تیری بیمار پیا

ذکر میرا کرتے ہیں دشنام سے
کس قدر جلتے ہیں میرے نام سے

پھر بہکنا اُس پہ لازم ہو گیا
جس نے پی تیرے گلابی جام سے

پھر حیا سے زرد ہی وہ پڑ گیا
ذکر تیرا جب ہوا گلفام سے

تیرا وعدہ تو وفا ہوتا نہیں
دل مگر یہ منتظر ہے شام سے

گردشِ ایّام میں بھی ساتھ ہیں
دوست واقف ہیں مرے انجام سے

ساقیا یہ جام و مینا دور رکھ
ربط ہم رکھتے نہیں ہیں جام سے

ہمیں سدا یوں ہی صحرا نورد رہنا ہے
کہ چھانتے تری راہوں کی گرد رہنا ہے

وفائیں ڈھونڈتے پھرتے ہو گرم ہاتھوں میں
تمھارا ہاتھ سدا پھر بھی سرد رہنا ہے

اسے فریب کہوں یا عنایتِ الفت
ہمارے حصّے میں بس ایک فرد رہنا ہے

مجھے وہ چین کے لمحے نوازنے والا
اسی کو بن کے مرے سر کا درد رہنا ہے

عجیب حوصلہ رب نے دیا ہے ماؤں کو
کہ بن کے آل کی خاطر جو مرد رہنا ہے

ربابؔ اِس سے بڑی اور مہربانی کیا
کہ اِرد گرد مرے اُس کا درد رہنا ہے

اپنے غم کو سنبھال سکتی ہوں
ہجر لفظوں میں ڈھال سکتی ہوں

ماں ہوں اتنی دعا میں طاقت ہے
سب بلاؤں کو ٹال سکتی ہوں

شیشے جیسا ہے جو ترا احساس
سنگ اس پر اُچھال سکتی ہوں

تجھ کو شاید یقیں نہ آئے مگر
میں تجھے بھول بھال سکتی ہوں

شاہزادے پہ دل لٹا کر میں
دل کی حسرت نکال سکتی ہوں

دیکھیے کس سے ہے مری نسبت
میں بھی پتھّر اُبال سکتی ہوں

تیری خاطر ہی فقط دست حنائی ہے ناں
میں نے تیرے ہی لیے شمع جلائی ہے ناں

دل مرا روز سلگتا ہے یوں ہی شاموں میں
سچ بتا آگ اسے تو نے لگائی ہے ناں

میں ترے سوگ میں جی بھر کے ہنسا کرتی ہوں
یہ کہانی تجھے غیروں نے سنائی ہے ناں

میری آنکھوں کے چھلکنے پہ برا مت مانو
اشک اک اک تری یادوں کی کمائی ہے ناں

تو تصوّر سے کسی پل بھی نہیں کٹ سکتا
بیچ تیرے مرے یہ دردِ جدائی ہے ناں

یہ جو آنکھیں مری ہر اک کو سنا دیتی ہیں
داستاں یہ تیری آنکھوں نے سنائی ہے ناں

اب تو خود کو بھی میں اکثر نہیں اپنی لگتی
بن ترے اب یہاں ہر چیز پرائی ہے ناں

آج کی شام یہاں لوٹ کے تم آجانا
میں نے یہ شام امیدوں سے سجائی ہے ناں

وہ ربابؔ آئیں تو سب کچھ ہی انھیں سونپوں میں
میں نے دنیا یہ ہتھیلی پہ اٹھائی ہے ناں

وہ اگر بات ماننے لگ جائیں
اُن کے بھی سارے غم مجھے لگ جائیں

آپ آئیں تو یہ بھی ممکن ہے
رنگ خوشبو بکھیرنے لگ جائیں

کیا بنے گا پھر اس تعلق کا
آپ گر جھوٹ بولنے لگ جائیں

اپنے بارے میں سوچتے ہوئے ہم
تیرے بارے میں سوچنے لگ جائیں

ہم جسے دیکھ لیں فقط اک بار
سب کے سب اُس کو دیکھنے لگ جائیں

درمیاں کی ہوا مخالف ہے
جی تو کرتا ہے اب گلے لگ جائیں

یوں برستی ہیں اب مری آنکھیں
جیسے ساون کے عارضے لگ جائیں

ان کے ہونٹوں کی بات اک جانب
ان کی آنکھیں بھی بولنے لگ جائیں

یوں بھی ہو کاش دیکھ کر مجھ کو
لوگ بس اُس کو پوچھنے لگ جائیں

انتظاری ہے گر ربابؔ تو ہے
اب زمانے کئی بھلے لگ جائیں

تمھیں میں یاد کروں اور بے حساب کروں
تمھارے نام نیا پھر سے انتساب کروں

یہ آئینہ بھی تری ہی جھلک دکھاتا ہے
میں آئینے سے بڑی دیر تک حجاب کروں

اب ایک ذکر یہ آنکھیں بھی نم نہ ہوں میری
حضور! آپ کہیں تمھیں کتنا اجتناب کروں

وہ مجھ کو دیکھ کے دوڑا ہوا چلا آئے
میں اپنے آپ کو کچھ اِس طرح سراب کروں

عجیب مشغلہ اپنا لیا ہے اب میں نے
کہ آپ اپنی اداسی کا احتساب کروں

یہ تیری یاد بھی کس کس طرح ستاتی ہے
درست کام کروں پھر اُسے خراب کروں

ربابؔ ہجر میں خواہش عجیب جاگی ہے
میں خود کو نیند کروں اور اُس کو خواب کروں

سمندر آنکھ میں ٹھہرا ہے کیا کیا جائے
پھر اس پہ درد کا پہرا ہے کیا کیا جائے

مرے وجود میں روشن تھا اک ادا سے جو
وہ عکس عکس میں بکھرا ہے کیا کیا جائے

ترے خیال سے روشن ہے زندگی میری
مرا وجود ہی صحرا ہے کیا کیا جائے

کسی بھی طور بغاوت میں کر نہیں سکتی
یہ عشق عرش سے اترا ہے کیا کیا جائے

حرم ہو دیر ہو گرجا ہو یا کلیسا ہو
ہر ایک جا اسے دیکھا ہے کیا کیا جائے

ہیں استعارے حسیں سارے اس کے اپنے ہی
دھنک پہن کے وہ نکھرا ہے کیا کیا جائے

رباؔب دل میں ہمارے جو جل رہا ہے چراغ
وہ اپنی آنچ سے پگھلا ہے کیا کیا جائے

چاہت کے اظہار سے پہلے مر جانا ہی اچھا تھا
گھٹ گھٹ کر یوں جینے سے تو مر جانا ہی اچھا تھا

تیری خاطر جنگل جنگل بھٹکے ہیں تو جانا ہے
نگری نگری پھرنے سے تو گھر جانا ہی اچھا تھا

اب تو اکثر تنہا بیٹھے گھنٹوں سوچا کرتے ہیں
ہم جو کرنے والے تھے نا کر جانا ہی اچھا تھا

دربارِ الفت میں بھلا کوئی جاتا ہے خالی ہاتھوں
خالی آنکھوں کا اشکوں سے بھر جانا ہی اچھا تھا

کب تک اپنی جھولی یوں ہی آخر پھیلائے رکھتے
امیدوں کے دامن کا اب بھر جانا ہی اچھا تھا

دیکھیں یا نہیں دیکھیں وہ اب یہ ان کی مرضی ہے ربابؔ
لیکن سر ان کی چوکھٹ پر دھر جانا ہی اچھا تھا

قریۂ خواب بے امان ہے کیا
کوئی آنکھوں میں میہمان ہے کیا

دھوپ چھٹتی نہیں کسی لمحہ
سر پہ ہر آن آسمان ہے کیا

میرے الفاظ کیوں لگیں میٹھے
میرے منہ میں تری زبان ہے کیا

کیا کہوں کچھ پتا نہی چلتا
میرے اور اُس کے درمیان ہے کیا

خود کو میں اُس کی ہی سمجھتی ہوں
ہائے! اس کو بھی یہ گمان ہے کیا

میری سانسیں وصول کرتا ہے
عشق تیرا کوئی لگان ہے کیا

ہے کہاں وہ جہان تم ہو جہاں
تیسرا بھی کوئی جہان ہے کیا

ہجر تیرا تو میں نے کاٹ لیا
اور بھی کوئی امتحان ہے کیا

تجھ سے کوئی گلہ نہیں کرتا
یہ مرا دل بھی بے زبان ہے کیا

جلوہ افروز وہ جہاں ہے ربابؔ
لامکاں میں کوئی مکان ہے کیا

مری حسرتوں کا خیال کر مرے سانولے
مجھے اپنے غم میں نڈھال کر مرے سانولے

مرے اضطراب کا نقش تجھ سا ہے ہو بہو
کبھی تو بھی مجھ سا کمال کر مرے سانولے

وہ جو پہلے تجھ سے نہیں ہوا اسے بھول جا
مرے بعد اب نہ ملال کر مرے سانولے

ترا وصل آکے گزر گیا بڑے پیار سے
کئی درد مجھ پہ اچھال کر مرے سانولے

میں ربابؔ پوچھتی رہ گئی کہاں جائے گا
مجھے قیدِ ہجر میں ڈال کر مرے سانولے

ہے ہم میں عشق کا جوہر ہمیں تم سے محبت ہے
ہمارا دل نہیں پتھر ہمیں تم سے محبت ہے

ہماری آنکھ کے رستے ہمارے دل تلک اترو
یوں ہی شاید کھلے تم پر ہمیں تم سے محبت ہے

زمانے کے کہے پر ہم تمھیں کیسے بھلا دیں گے
یہ ہے پاؤں کی ٹھوکر پر ہمیں تم سے محبت ہے

ہمیں خیرات مت دینا مگر اتنی گزارش ہے
نظر بھر دیکھ لو در پر ہمیں تم سے محبت ہے

رباؔب اب ہم حسیں ایسے کہاں ہیں پھر بھی ایسا ہے
جہاں تکتا ہے مڑ مڑ کر ہمیں تم سے محبت ہے

عجیب درد سا پھیلا ہوا ہے بستی میں
سنا ہے وہ کہیں ٹھہرا ہوا ہے بستی میں

مری گلی میں وہ اک عمر کاٹنے والا
مرا مکان ہی بھولا ہوا ہے بستی میں

فضا میں آج پرندوں کا بَین جاری ہے
کسی غریب کا جھگڑا ہوا ہے بستی میں

امیرِ شہر کو بستر پہ کیا خبر لوگو!
کہ کون بھوک سے تڑپا ہوا ہے بستی میں

کسی کی آنکھ مجھے معتبر نہیں لگتی
ہر ایک شخص ہی سہما ہوا ہے بستی میں

یہ آج سارے ستارے تجھے بتائیں گے
ترے لیے کوئی جاگا ہوا ہے بستی میں

رباؔب اس سے ملاقات اب نہیں ممکن
کہ وصل چین سے سویا ہوا ہے بستی میں

عشق کا اک عذاب تھوڑی ہے
زیست مثلِ گلاب تھوڑی ہے

یوں ہی ہم جام کو اچھالتے ہیں
اب میسّر شراب تھوڑی ہے

یہ تو بس دل ہی تھا مرا پاگل
تو مرا انتخاب تھوڑی ہے

اُٹھ چکے ہیں نقاب چہرے سے
درمیاں اب حجاب تھوڑی ہے

یوں ہی آنکھیں دکھائیں دنیا کو
سامنے تیرا خواب تھوڑی ہے

اس لیے بھی سوال کر نہ سکی
کوئی تیرا جواب تھوڑی ہے

عشق میں کوئی تو کشش ہوگی
ورنہ پاگل ربابؔ تھوڑی ہے

ان کے مسکرانے پر سانس ڈول جاتی ہے
اور یاد آنے پر سانس ڈول جاتی ہے

ان کی آنکھ سے نکلے تیر مار دیتے ہیں
ان کے ہر نشانے پر سانس ڈول جاتی ہے

چاند سا کوئی چہرہ بام پر اترتا ہے
جس کے لوٹ جانے پر سانس ڈول جاتی ہے

آرزو تو آ ٹھہری آبرو کے زنداں میں
آرزو دکھانے پر سانس ڈول جاتی ہے

شہر کو سنا کر تو کچھ اثر نہیں ہوتا
اک تجھے سنانے پر سانس ڈول جاتی ہے

اب رباؔب سوچا تھا تجھ سے کچھ نہیں کہنا
پھر بھی تیرے آنے پر سانس ڈول جاتی ہے

میں کلی جیسی ہوں پر خار سمجھتے ہیں مجھے
لوگ مجرم یہاں ہر بار سمجھتے ہیں مجھے

صاف ظاہر ہے کہ وہ خوف زدہ ہیں مجھ سے
اپنے فن کا بھی جو انکار سمجھتے ہیں مجھے

خواب اس واسطے آنکھوں سے پلٹ جاتے ہیں
سو بھی میں جاؤں تو بیدار سمجھتے ہیں مجھے

میں تو بس ایک جھلک ہی کے لیے آئی ہوں
آپ تو یوں ہی خطاوار سمجھتے ہیں مجھے

شہر والوں نے ہے مطلب بھی نکالا مجھ سے
اور ستم دیکھیے بے کار سمجھتے ہیں مجھے

اب کبھی ضبط بھی ملنے نہیں آتا مجھ سے
سب جنوں کا ہی طرفدار سمجھتے ہیں مجھے

آپ کو کیسے بتاؤں کہ وہی ہاں ہے مری
کیوں اسی شخص کا انکار سمجھتے ہیں مجھے

ظلم پر میں نے رباؔب اب ہے اٹھائی آواز
اس لیے ہی سبھی غدار سمجھتے ہیں مجھے

اُسی کا لمس ہر اک رات سے جڑا ہوا ہے
وہ کون ہے جو مری ذات سے جڑا ہوا ہے

اب اس سے ربط نہیں پھر بھی وہ نہ جانے کیوں
ہماری آنکھوں کی برسات سے جڑا ہوا ہے

اثر تو ہونا ہی تھا دوسرے علاقوں کا
یہ شہرِ غم کے مضافات سے جڑا ہوا ہے

میں اک اسی کے خساروں میں بس رہی لیکن
مرے وہ اب بھی مفادات سے جڑا ہوا ہے

اسی کا ذکر ہے پنہاں ربابؔ شعروں میں
وہ میری ذات کی ہر بات سے جڑا ہوا ہے

چاندنی رات سے محبت ہے
تیری ہر بات سے محبت ہے

تم کسی رات بھی چلے آنا
مجھ کو ہر رات سے محبت ہے

وہ جو تم روز روز کرتے ہو
اعتراضات سے محبت ہے

تیری خاطر تمام دنیا کے
اختلافات سے محبت ہے

جو کبھی ہو نہ پائے تم سے رباؔب
انکشافات سے محبت ہے

تجھ کو بھی خود کو سمجھانا پڑ جائے
جب بھی دل کا حال سنانا پڑ جائے

کیسی کیسی باتیں کرنی پڑتی ہیں
جب بھی دل کی بات چھپانا پڑ جائے

میرے پیچھے پیچھے تیرا سایہ ہو
تیرے پیچھے ایک زمانہ پڑ جائے

کیا تم نے سوچا ہے کیا عالم ہو اگر
دل کو ہاتھوں ہاتھ گنوانا پڑ جائے

تم سے بچھڑیں گے تو مر ہی جائیں گے
تم کو گر یہ عہد نبھانا پڑ جائے

تم کیا جانو آنکھیں کی کیا حالت ہو
خوابوں کا گر محل گرانا پڑ جائے

لکھی تقدیروں پر کیا کچھ بیتے گا
ہاتھوں میں جب زخم اٹھانا پڑ جائے

ایسا کوئی جرم کروں جس کے بدلے
جیون تیرے سنگ بتانا پڑ جائے

میں بھی حسرت لے کر بیٹھی رہ جاؤں
اور تجھے بھی آنا جانا پڑ جائے

وہ مجھے بے وفا سمجھتا ہے
خیر میرا خدا سمجھتا ہے

باغ میں پھول دیکھنے والا
میری اک اک ادا سمجھتا ہے

جو سمجھتا ہے شعر گوئی کو
مجھ پہ رب کی عطا سمجھتا ہے

میں شکایت یوں ہی نہیں کرتی
وہ مجھے بے نوا سمجھتا ہے

وہ جلاتا ہے دیپ یادوں کے
میری آب و ہَوا سمجھتا ہے

ہاتھ اٹھاتی ہوں مانگتی نہیں ہوں
رب تو میری دعا سمجھتا ہے

تیرے بے ساختہ جوابوں پر
میں سوالوں کو بھول جاتی ہوں

ساتھ تیرا رہے اندھیروں میں
میں اجالوں کو بھول جاتی ہوں

شعر کہنے کا جب ارادہ ہو
سب خیالوں کو بھول جاتی ہوں

زیر اس کو کروں یہ جب سوچا
سب حوالوں کو بھول جاتی ہوں

صرف کردار ہے نگاہوں میں
گوروں کالوں کو بھول جاتی ہوں

تو مرے سامنے جو آجائے
ساری چالوں کو بھول جاتی ہوں

کیا کہوں اس کی میں وجاہت پر
سب مثالوں کو بھول جاتی ہوں

مرے لبوں پہ ابھی تک ہے اضطراب عجیب
دیا گیا تھا محبت میں ایک خواب عجیب

ہے بے کلی سی عجب میری روح میں رقصاں
لبوں سے میں نے لگائی ہے اک شراب عجیب

غریب باپ کی آنکھوں میں نیند کیا آئے
اسے ستانے لگے بیٹیوں کے خواب عجیب

میں اپنی ذات کی ہر آن خود محاسب ہوں
دلیل مانگتا ہے مجھ سے احتساب عجیب

ہوئی ہے حالتِ دل شعر میں بیاں جب سے
اٹھی ہیں مجھ پہ نگاہیں یہاں رباب عجیب

اُس کی آنکھوں میں صدا ہو جیسے
اب ہے خاموش خفا ہو جیسے

میں نے پھر شعر کہا ہو جیسے
درد سینے میں اٹھا ہو جیسے

تیرا احساس رہا یوں مجھ میں
تو محبت کا خدا ہو جیسے

اتنی وحشت ہے مری آنکھوں میں
درد بھی چیخ اٹھا ہو جیسے

دیکھ منظر سے اٹھا ہے شعلہ
خواب آنکھوں میں جلا ہو جیسے

رات نے کان میں سرگوشی کی
کوئی خوابوں میں جگا ہو جیسے

پھر رباؔب آج یہ سانسیں مہکیں
پھر تجھے عشق ہوا ہو جیسے

گواہ کرنے لگے ہیں شہادتوں کا لہو
تو منصفوں نے کیا ہے عدالتوں کا لہو

خدا نے توبہ کی توفیق بخش دی مجھ کو
کہ میری آنکھوں سے نکلا ندامتوں کا لہو

یہ ایسی بوندیں ہیں جن پر کرم کا وعدہ ہے
ندامتوں کا ہو آنسو شہادتوں کا لہو

زمین بوس ہوئی ہیں عمارتیں وہ بھی
جنھیں پلایا گیا تھا ریاضتوں کا لہو

بغیر علم کے ملتی نہیں ہے سالاری
کہ اب تو کرنا ہے ہم کو جہالتوں کا لہو

کٹار جھوٹ کی چلتی ہے بے دریغ یہاں
کہ بوند بوند رسا ہے صداقتوں کا لہو

سنہرے خواب سجائے تمام عمر رباب
وہ ایک پل میں ہی کر دے گا چاہتوں کا لہو

شرارتوں پہ یقیں کوئی کر بھی سکتا ہے
سمجھ کے عشق کوئی تجھ پہ مر بھی سکتا ہے

یہ بات بات پہ قسمت کو دوش کیا دینا
نصیب زلف نہیں ہے سنور بھی سکتا ہے

یہ دل کی اجڑی ہوئی اک سرائے ہے سو یہاں
کوئی حسین مسافر ٹھہر بھی سکتا ہے

یہ بادلوں کا بسیرا تو عام ہے لیکن
ہماری آنکھ سے دریا اتر بھی سکتا ہے

جو شہر بھر میں کرے تیرے نام کی تشہیر
وہ تیرے نام پہ الزام دھر بھی سکتا ہے

چلے تو آئے ہو کاغذ کی ناؤ لے کر تم
عصا بدست ہو دریا ٹھہر بھی سکتا ہے

وہ کہہ رہا ہے نبھائے گا عمر بھر رشتہ
مگر وہ قول سے اپنے مکر بھی سکتا ہے

مجھے گماں ہے کہ دھوکا ہے چاندنی شب بھی
کہ چاند دیکھ کے تجھ کو نکھر بھی سکتا ہے

ربابؔ چارہ گروں سے کرو کنارہ اب
جو زخم دل پہ لگا ہے وہ بھر بھی سکتا ہے

پتھروں کی بستی میں اک مکان شیشے کا
اور کتنا اے ظالم امتحان شیشے کا

ساتھ دونوں مل کر اب اک جہاں بنائیں گے
ہو زمین پتھر کی آسمان شیشے کا

کشتیاں ہواؤں کا رُخ کہاں سمجھتی ہیں
اور سمندروں میں بھی بادبان شیشے کا

پتھروں کی بستی میں چند روز مہماں ہے
اس طرح نہ دل توڑو بے زبان شیشے کا

پل میں عکس بدلے گا پل میں روپ بدلے گا
کیا بھروسا ہے آخر میری جان شیشے کا

اب پتا چلا اس میں پتھروں کی سازش تھی
اس لیے نہ بن پایا وہ مکان شیشے کا

کس لیے ربابؔ آخر تم سنورتی رہتی ہو
پل میں ٹوٹ جائے گا ہر گمان شیشے کا

تیری آنکھوں میں جو اک قطرہ چھپا ہے میں ہوں
جس نے چھپ چھپ کے ترا درد سہا ہے میں ہوں

ایک پتھر کہ جسے آنچ نہ آئی تو ہے
ایک آئینہ کہ جو ٹوٹ چکا ہے میں ہوں

جس کو ہنس ہنس کے ہمیشہ ہی ہے ٹالا تو نے
جس نے رو رو کے تجھے اپنا کہا ہے میں ہوں

تجھ میں ڈوبی تو مجھے اپنی خبر ہی کب تھی
میں نے یہ دوسرے لوگوں سے سنا ہے میں ہوں

اُس نے جب بھی کہا کوئی نہیں شاید اپنا
میں نے بے ساختہ ہر بار کہا ہے میں ہوں

میں ربابؔ اور کسی کو تجھے دیتی کیسے
تیری خاطر جسے اب میں نے چنا ہے میں ہوں

ہزاروں درد آنسو بن کے چشمِ تر میں رہتے ہیں
تمھاری یاد کے جو وسوسے ہیں سر میں رہتے ہیں

گھروں کی اینٹ جڑتی ہے میاں الفت کے گارے سے
محبت کے عناصر بھی فصیل و در میں رہتے ہیں

بہت سے تجربے میں نے کیے ہیں شہر میں آکر
اداکاری، ریاکاری سبھی اک گھر میں رہتے ہیں

ہم اپنے دل کے قاتل کو کوئی زحمت نہیں دیتے
ہمارے خوں کے سارے ذائقے نشتر میں رہتے ہیں

ہوائیں بھی انھیں کو حوصلہ دینے کو آتی ہیں
اڑانوں کے ہنر جن کے بھی بال و پر میں رہتے ہیں

ربابؔ ایسا مجھے لگتا ہے جب پہلو بدلتی ہوں
کسی کے ہجر کے کانٹے مرے بستر میں رہتے ہیں

عشق کا شہر ہوں میں جس کا اجارہ تو ہے
چشم کا حسن ہے پلکوں کا اشارہ تو ہے

خواب سارے ہی اسی طشت میں لا کر رکھ دے
میری آنکھوں کے جزیروں کا کنارا تو ہے

میں نے سمجھا تھا قفس میں ہیں بچے چار ہی دن
زندگی مجھ کو ملی ہے جو دوبارہ تو ہے

روح بے چین رہا کرتی تھی تجھ سے پہلے
میری خاطر ہے جسے رب نے اتارا تو ہے

ہجر ایسا کہ افق رنگ مری آنکھوں میں
میں کہ اک ڈوبتا منظر ہوں سہارا تو ہے

شور میں بھی ہے جو خاموش ہمیشہ میں ہوں
خامشی میں مجھے جس نے ہے پکارا تو ہے

دل بہلایا جا سکتا تھا
ملنے جایا جا سکتا تھا

کچھ بھی پہلے جیسا کب ہے
پھر بھی آیا جا سکتا تھا

تم سنتے ہی کب تھے ورنہ
دکھ سمجھایا جا سکتا تھا

تم کو کیسے یہ سمجھائیں
گھر بھی آیا جا سکتا تھا

دل کے اندر ہی بس تیرا
دکھ دفنایا جا سکتا تھا

ان خالی خالی رستوں پر
آیا جایا جا سکتا تھا

سرخرو ہجر ترا جاں مری لے کر ہوگا
کیا خبر تھی ترا جانا نہیں، محشر ہوگا

مسئلہ میرا سبھی لوگ سمجھتے کب ہیں
حل تو الجھن کا فقط آپ سے مل کر ہوگا

ہجر کا فیصلہ یک دم ہی سنایا اس نے
اس نے سمجھا تھا مرا دل کوئی پتھر ہوگا

میرے ساحر کی یہ پہچان ہے اچھے لوگو
اس کی آنکھوں سے نکلتا ہوا منتر ہوگا

شہر نے دیکھی ہوئی ہوں گی بہت بھیگی رتیں
پر ترے بعد جو ان آنکھوں کا منظر ہوگا!

کیا ضرورت مجھے کستوری، چنبیلی کی بھلا
میرا کمرہ تری یادوں سے معطّر ہوگا

میں جسے سرسری تکتی تھی یہ کب جانتی تھی
اک وہی شخص مری آنکھوں کو ازبر ہوگا

میں نے اب نیند کو ہی چشم بدر کر ڈالا
خواب آیا بھی جو اس بار تو بے گھر ہوگا

وہ جو کہتا تھا سمندر سی ہیں تیری آنکھیں
دیکھ کر دشت مری آنکھوں میں ششدر ہوگا

اہلِ نفرت نے عجب بات کہی ہے اب کے
جو محبت کو نہ مانے وہی کافر ہوگا

تیری خاموش نگاہیں جو بیاں کر دیں گی
دیکھ لینا مجھے ہر لفظ وہ ازبر ہوگا

میری خوشیوں پہ بھی جو سرسری ہنس دیتا ہے
حال کیا اس کا مرے درد کو سن کر ہوگا

اب ربابؔ اس کو پرندوں سے بہت نفرت ہے
''وہ جو کہتا تھا کہ آنگن میں صنوبر ہوگا''

جس کو کچھ تیرے سوا یاد نہ رہتا تھا ربابؔ
کیا خبر تھی کہ وہ خوش اتنا بھلا کر ہو گا

نقشِ تکمیل تک پہنچتا ہے
اور عکس آپ کا ابھرتا ہے

اب محبت کی اور کیا حد ہو
میری بیٹی میں تو جھلکتا ہے

میری سانسوں میں ہے تری خوشبو
میری مہندی میں تو ہی رچتا ہے

دوُر ہو کر بھی مجھ سے دوُر نہیں
میری سانسوں میں تو مہکتا ہے

ایک بستی جلائی تھی اُس نے
اب تو حاکم ہے، کیا وہ کرتا ہے

علم و فن میں جو آج بونے ہیں
اُن کا سکّہ سخن میں چلتا ہے

دل کی مضراب پر رباؔب اب کے
دیکھیے ساز کیا نکلتا ہے

نظمیں

تم جلدی لوٹ آؤ گے ناں؟

پھر آج میں کتنی تنہا ہوں
تو یاد مجھے پھر آیا ہے
وہ کتنے پیارے پل تھے ناں
جب ساتھ تو میرے ہوتا تھا
میں تیری باتوں کو سن کر
کتنی خوش خوش سی رہتی تھی
یہ لب میرے مسکاتے تھے
اور کلیاں مجھ سے جلتی تھیں
جب میری ہنسی کو سن کے پیا
ان پھولوں کو لاج آتی تھی
جب دیکھ کے سنگ ترے مجھ کو
یہ چاند بھی چھپنے لگتا تھا
جب ساری ساری رات سجن
بس باتوں میں کٹ جاتی تھی
جب روز تہجد میں سائیں

میں تجھ کو مانگا کرتی تھی
جب میری چاہت دیکھ کے تو
مجھ سے یہ وعدہ کرتا تھا
میں بس تیرا تو پی کی ہے
یہ عہد ہے دور نہ جاؤں گا
جب تک یہ آخری سانس رہے
میں تیرا ساتھ نبھاؤں گا
ہے مجھ کو یقین تو سچا تھا
تو اپنا عہد نبھائے گا
پھر لوٹ کے تو آ جائے گا
میں تیری تھی میں تیری ہوں
پھر بھی دل کی یہ ہر دھڑکن
اے میرے پیا یہ پوچھتی ہے
تم جلدی لوٹ آؤ گے ناں؟

مرا خواب تھیں جو محبتیں

مری آرزوؤں کے دیوتا!
میں عجیب تھی، میں عجب رہی
مجھے دشتِ غم کو بھی چھاننے کی طلب رہی
مری بات میں کوئی رات آ کے ٹھہر گئی
مری ذات میں کوئی ذات آ کے ٹھہر گئی
مجھے پھر بھی درد کو جانچنے کی طلب رہی
کئی رنج بھی ہیں ندامتوں سے ملے ہوئے
کئی شہر بھی ہیں عداوتیں سے بھرے ہوئے
کسی غم کے زور سے زرد ہے مرا شہر بھی
مجھے یاد ہے کسی شامِ غم کا وہ قہر بھی
یہ جو لوگ ہیں، یہ بڑے عجیب سے لوگ ہیں
یہ ابھی تلک نہ سمجھ سکے، ہے کمال کیا
ہے محبتوں کا جنوب کیا، ہے شمال کیا
ہے عروج دردِ حبیب کیا، ہے زوال کیا
یہ سمجھ سکے نہ کبھی، ہے مجھ کو ملال کیا

مجھے وصلِ یار کے فلسفے پہ یقین ہے
یہ جو ہجر ہے یہ کسی گمان سے کم نہیں
مری آنکھ دشت ہے مدتوں سے جو نم نہیں
کبھی کچھ ہے بس یہاں تم نہیں
اے حبیبِ من! اے طبیبِ جاں!
یہ جو چاشنی ہے حروف میں تیری دین ہے
یہ جو نقش ہیں مری آنکھ میں ہے ترا کرم
جو مٹھاس ہے مری بات میں تری بات ہے
مرا مجھ میں کچھ بھی نہیں رہا تری ذات ہے
اے فقیہِ شہر ترا بیان بھی جھوٹ ہے
مجھے عشق ہے تو پھر اس میں کوئی دلیل کیا
مجھے ضبط ملتا ہے روزگر تو یہ درد، دردِ سبیل کیا
مری آرزوؤں کے دیوتا ذرا دیکھ لے
مری روح وجد کی کیفیت میں گھری ہوئی
میں جو سانس سانس مری ہوئی
ترے در پہ کب سے پڑی ہوئی
کبھی دیکھ لے کبھی سار لے
یہ بتا مجھے ہے قصور کیا
مرے دیوتا، مرے بادشاہ
بڑے زخم ہیں
بڑے زخم ہیں مری روح پر

تجھے تیری شان کا واسطہ
مرے اندمال کے واسطے ذرا مسکرا
ذرا مسکرا کہ سکوں ملے
ذرا دور مجھ سے فشار ہو

مرے چار سو ترا پیار ہو
مرے جسم و جاں کی خزاؤں میں بھی بہار ہو
تو پھر اس کے بعد وضاحتیں
یہ عداوتیں
مجھے کب ہیں راس سخاوتیں
وہی آفتیں
یہ مصیبتیں
مری زخم زخم عقیدتیں
مری درد درد ارادتیں
میں حقیقتوں سے کٹی ہوئی مرے چارہ گر
مجھے راس آئیں اذیتیں
مرا خواب تھیں جو محبتیں

بیٹیاں

بیٹیاں زخم سہہ نہیں پاتیں
بیٹیاں درد کہہ نہیں پاتیں
بیٹیاں آنکھ کا ستارہ ہیں
بیٹیاں درد میں سہارا ہیں
بیٹیوں کا بدل نہیں ہوتا
بیٹیوں سا کنول نہیں ہوتا
خواب ہیں بیٹیوں کے صندل سے
اُن کے جذبات بھی ہیں مخمل سے
بیٹیوں کو ہراس مت کرنا
ان کو ہرگز اداس مت کرنا
بیٹیاں نور ہیں نگاہوں کا
بیٹیاں باب ہیں پناہوں کا
باپ کا بھی یہ مان ہوتی ہیں
بیٹیاں ہیں سکون ماؤں کا
بیٹیاں ہیں ثمر دعاؤں کا

بیٹیوں کے ہیں موم جیسے دل
درد کی آنچ سے پگھلتے ہیں
بیٹیوں کو سزائیں مت دینا
ان کو غم کی قبائیں مت دینا
بیٹیاں چاہتوں کی پیاسی ہیں
یہ پرائے چمن کی باسی ہیں
مارنا مت جنم سے پہلے ہی
بوجھ ان کو کبھی سمجھنا مت
بیٹیاں بے وفا نہیں ہوتیں
یہ کبھی بھی خفا نہیں ہوتیں

قلم اٹھاؤ !

قلم اٹھاؤ
اداس لوگو!
اداسیوں کا لباس تن سے اتار پھینکو
اے خواہشوں کے اسیر لوگو!
حقیقتوں سے نظر نہ پھیرو
کئی سسکتی ہوئی سی بے سود خواہشوں کا
جو آج نوحہ سنا رہے ہو
اسی پہ رونا شعار تم نے بنا لیا ہے
ذرا بتاؤ!
کہ خواب تکنا
انہیں میں جینا
انہیں میں شام و سحر بتانا
عجب نہیں ہے
قلم اٹھاؤ!
حقیقتوں کا صفحہ نکالو
اور اس پہ لکھو کہ بھوک کیا ہے
یہ ننگ کیا ہے
اگر تمھیں اس جہانِ فانی کی چاہتوں سے
ملے جو فرصت

تو آنکھ کھولو!

ضرور لکھو فضاؤں کے دکھ
ہواؤں کے دکھ
وہ بیٹیوں کی رداؤں کے دکھ
غریب لوگوں کے خواب لکھو
تمام ان کے عذاب لکھو
خیال کی اس عجیب و کمزور ایک دنیا میں جینے والو!
تمھیں تو ہجر و وصال لکھنا ہے
اور پھولوں کو گال لکھنا ہے
حسن کو لازوال لکھنا ہے
زلف، عارض، یہ نین، کنگن
انھیں کو تم نے کمال لکھنا ہے
تم کو کیا غم
محبتوں کے غموں کو تم نے عظیم غم جو بنا لیا ہے
جو مفلسی کی اذیتوں کے عذاب ٹوٹے تو کیا کرو گے
سو اس سے پہلے ہی آنکھ کھولو
نہ خواب دیکھو!
جو زندگی کو ترس رہے ہیں
کبھی تو ان کے عذاب لکھو
قلم اٹھاؤ
اداس لوگو!

آنٹی مجھ کو ڈر لگتا ہے

کل شب تھی اک بے چینی سی
نیند کی دیوی روٹھی سی تھی
میں نے کمرے کی کھڑکی کے
پٹ کھولے اور باہر دیکھا
تازہ سانس لیا ہی تھا کہ
اک بچی کی نم سی سسکی
میرے کانوں سے ٹکرائی
میں نے اس کو پاس بلایا
پوچھا بیٹا کیوں روتی ہو
اس کی سادہ سی آنکھوں میں
غم سے بھری اک ساون رت تھی
روتے روتے مجھ سے بولی
سامنے والے بنگلے میں نا
ماں جھاڑو برتن کرتی ہے!
باپ جواری اور شرابی

ماں پر روز ستم کرتا ہے
اور اک میرا چھوٹا بھائی
تڑپ رہا ہے بیماری سے
اور اب ڈاکٹر انکل کی بھی
فیسیں بھرنا بھی تو ہمارے
بس کی بات نہیں ہے، آنٹی!
ماں یہ کہہ کر مجھ سے گئی ہے
بیٹا تم بس یہیں رکو اب
آدھا گھنٹہ لگ جائے گا
تھوڑی دیر میں لوٹ آتی ہوں
سامنے والے بنگلے سے میں
کچھ پیسے لے کر آتی ہوں
اور اب گھنٹہ بیت چلا ہے
ماں اب تک، مالک کے گھر سے
کیوں کر لوٹ نہیں پائی ہے
آنٹی مجھ کو ڈر لگتا ہے

لہو انسانیت کا ہے

میں اِک معصوم سی لڑکی
یہ دنیا جس کی نظروں میں
بہت ہی خوبصورت تھی
فقط جو زندگی کے آٹھویں ہی سال میں ہر دن
بڑے ہی شوق سے ابنِ صفی، پروین شاکر کی
کتابیں پڑھتی رہتی تھی
جسے سب لوگ کہتے تھے
یہ ملکہ ہے خیالوں کی
ہمیشہ کھوئی رہتی ہے
نجانے سوچتی کیا ہے
وہ اک معصوم سی لڑکی
کہ جس کی گفتگو بھی اور
دعائیں بھی عجب سی تھیں
بطورِ خاص وہ لڑکی
تہجد میں کھڑی ہو کر

دعا اک مانگا کرتی تھی
خدایا تیرے بس میں کیا نہیں آخر
تو مالک دو جہانوں کا
مری بس ایک خواہش ہے
کہ میری ذات کو مجھ پر
خدایا منکشف کر دے
مجھے حساس تو کر دے
کہ اس دنیا کے ہر غم کو
میں اپنی روح تک محسوس کر پاؤں
اور آخر کار...... جانے کب
دعائیں ہو گئیں پوری...
ہر اک احساس کو اب میں
بہت محسوس کرتی ہوں
انھیں حساس جذبوں کو
میں ڈھوتے ڈھوتے اب حیران رہتی ہوں
میں اب جب دیکھتی ہوں
قتل و غارت ہر طرف یا رب
بہت تکلیف ہوتی ہے
اور اکثر ایسا ہوتا ہے
مری راتیں مری آنکھوں میں کٹتی ہیں
نجانے کون سے دکھ ہیں

مجھے سونے نہیں دیتے
مجھے رونے نہیں دیتے
مگر تکلیف اب مجھ کو
ہمیشہ ذات کی گہرائی تک محسوس ہوتی ہے
اب اکثر میرے احساسات
لہو میں ڈوبے رہتے ہیں
لہو کا رنگ ہے یکساں
لہو! انسانیت کا ہے

سنو برمی مسلمانو!

سنو برمی مسلمانو
ہمیں پروا نہیں کوئی
تمھارے جلنے کٹنے سے
تمھارے رونے دھونے سے
کسی منّت سماجت سے
کہ تم برمی مسلماں ہو
تعلق تم سے کب کوئی
یہاں کچھ لوگ ہندی ہیں
تو کچھ ان کے پڑوسی ہیں
کوئی عربی کوئی عجمی
مگر انساں نہیں کوئی

سنو برمی مسلمانو۔۔
مسلماں لفظ کیسا ہے
یہ دنیا میں جہاں دیکھو
ہے ظالم کے نشانے پر
تھا جو حاکم زمانے کا

وہی اب خوار پھرتا ہے
کوئی بھی قوم اس کو اب
کہاں انساں سمجھتی ہے
زمیں برما کی ہو یا پھر
کوئی خطّہ فلسطیں کا
عراقی ہوں کہ افغانی
زمیں کوئی ہو دنیا کی
لہو کا رنگ جب دیکھو
سمجھ لینا مسلماں ہے
کہ اس کے خون کی اس دور میں
قیمت نہیں کوئی
نہیں اس کی زمیں کوئی
نہیں ہے آسماں کوئی
کہ اس کی ماؤں بہنوں کی
نہیں عصمت یہاں کوئی
ہیں یہ جو پھول سے بچے
مقدر ان کے کانٹے ہیں

سنو برمی مسلمانو۔۔۔
تمھیں بس صبر کرنا ہے
تمھاری بے بسی پر ہم

بہت آنسو بہائیں گے
تمھارے زخمی چہروں کی
کوئی صورت بنائیں گے
مگر برمی مسلمانو!
ہماری ذات سے اب تم
کوئی امّید مت رکھنا
کہ بے حس قوم ہیں ہم بھی
ہمیں دنیا کی نظروں میں
ہے رہنا معتبر بن کر
تمہاری جان کی قیمت
نہیں ہے اب یہاں کوئی
تمھیں بس صبر کرنا ہے
سنو! ہمدردیاں ساری
تمھارے ساتھ ہیں بھائی

سنو برمی مسلمانو۔۔۔
نظام زندگی ہے یہ
جہاں پر آج تم ٹھہرے
وہاں کل ہم بھی آئیں گے
سنو برمی مسلمانو!

حاجیو!!

اور کیا چاہئیے
ساقیِ چاہِ کوثر وہاں منتظر ہیں
تمھارے لیے

حاجیو!
کیا تمھیں علم ہے
کہ تمھیں کیا ملا ہے
سنو حاجیو
سرورِ انبیا جامِ کوثر لیے
ہیں کھڑے عرش پر
منتظر ہیں تمھارے
یہ دیکھو یہ کیسی سعادت ملی ہے
کہ حج میں شہادت ملی ہے
سنو حاجیو!
خوش نصیبو!
بروزِ جمعہ کی سبھی ساعتیں ہیں دعا گو

تمھارے لیے حاجیو!

بخت والو!

یہ حج کا فریضہ ادا کرنے کے واسطے

تم دعاؤں کے کاسے لیے ہاتھ میں

مانگتے تھے دعا

اے خدا امت مسلمہ کو کر اب متّحد

اے خدا ختم کر دے جہاں سے سبھی نفرتیں

امن ہو، بس محبت ہو دنیا میں

کر دے جہالت کو نابود اے کبریا

اور ایمان کی زندگی موت دے

اے خدا کبریا اے جہانوں کے واحد خدا سوہنیا!

پھر اچانک وہ کیسی گھڑی تھی خدایا

کہ کہرام سا مچ گیا

یوں لگا گویا شیطان کو کنکری مار کر

ہو گیا ہو فریضہ ادا

پر عجب سانحہ پیش آیا

کہ وحشت سی چھانے لگی ہر طرف

ایک بھگدڑ سی مچنے لگی تھی وہاں

لوگ گرنے لگے

لوگ گرتے گئے

جوق در جوق لاشیں ہی بچھتی گئیں

اور مغموم ہونے لگیں یہ ہوائیں،
فضا اور مناجات کی ساری کلیاں اچانک
کہاں کس کے بس میں تھا سب روکنا
حادثہ ہو گیا!
کیا غضب سانحہ ہو گیا
لے لیا کس نے مٹھی میں دل
چند لمحوں میں لاشیں ہی لاشیں بچھیں
حاجیوں نے تو جامِ شہادت پیا
اقربا ان کے پردیس میں
صرف روتے رہے
اور تڑپتے رہے
منتظر ہیں ابھی واپسی کے
کہ کب آئیں گے وہ
جو راہِ خدا پر گئے تھے
عزیزوں کو یوں چھوڑ کر
آئیں گے کب بھلا
وہ تو منظور بھی ہو گئے
بارگاہِ خداوند میں
پر عجب المیہ ہے
کہ کچھ لوگ ہیں جو ابھی تک
ہیں مشغول بہتان میں یا کہ الزام میں

جرم کس کا تھا
ایران کا
یا سعودی کا تھا
مانتی ہوں میں یہ جرمِ انسانیت تھا
مگر کیا کہیں
کیا کریں
کہ یہاں پر تو غیرت بھی جاتی رہی ہے
وہ جو مذہب کو سر پر اٹھائے ہوئے ہیں
انھیں اب خدا کے سوا کون پوچھے
ارے حاجیو!
بخت والو
تمھیں کیوں ہو فکر
کہ تمھیں تو حضورؐ اپنے ہاتھوں سے کوثر پلائیں گے
اللہ بھی سب کے ہی ناز اٹھائے گا
اے حاجیو!
سرخرو حاجیو!
آخرت بن گئی ہے تمھاری
تمھارا تو حج ہو گیا حجِ اکبر سے بڑھ کر
شہیدو!
اے بختوں بھرے حاجیو!

پیارے بھائی زین شکیل کی سالگرہ کے موقع پر

پھول دیتے رہنا تو
رسم اک پرانی ہے
میں نے اب یہ سوچا ہے
اس برس کے تحفے میں
جنم دن کے موقع پر
حسرتوں کے صحرا سے
پھول چن کے لاؤں گی
تیرے ساتھ جو گزرے
ان پرانی یادوں کو
ڈھال کر محبت میں
تجھ کو دان کر دوں گی
اپنی ساری خوشیاں میں
تیرے نام کر دوں گی
تو جو ساتھ ہو بھائی
تو ڈگر بھی کانٹوں کی

پھولوں کی حسین وادی
تجھ سے دور ہونے پر
ہر خوشی پرائی ہے
اب کی بار سوچا ہے
تیرے جنم دن پر میں
تیرے سارے ہی غم میں
اپنے نام کر لوں گی
اپنی ساری خوشیاں میں
تیرے نام کر دوں گی

ہمارا حسینؓ

ہر قوم کہہ رہی ہے ہمارا حسینؓ ہے
لیکن ہمیں تو جان سے پیارا حسینؓ ہے

حیدر کے دل کا چین ہے خونِ بتولؓ ہے
دینِ رسولؐ جس نے سنوارا حسینؓ ہے

موجِ فرات کیا تری اوقات یاد رکھ
کوثر ہے جس کا سارے کا سارا، حسینؓ ہے

نیزے پہ سر ہے اور تلاوت لبوں پہ ہے
قرآں کے بولنے کا نظارہ حسینؓ ہے

سر کو کٹا کے دین بچایا حسینؓ نے
تم سے یزیدیت، نہیں ہارا حسینؓ ہے

آلِ نبیؐ کے ذکر سے سینا ہے ضوفشاں
میرے لبوں کو صرف گوارہ حسینؓ ہے

رہتے ہیں رنج و درد سبھی مجھ سے دور اب
میں نے رباب دل میں اتارا حسینؓ ہے

تمھیں کیا فرق پڑتا ہے

سنو اے میرے شہزادے!
تمھیں کیا فرق پڑتا ہے؟
اگر میں یہ کہوں تم سے
کہ کچھ انجان ساعت میں
کئی گم نام جذبوں میں
اب اکثر یوں بھی ہوتا ہے
تخیّل میں تمھیں لا کر
جو میں کچھ سوچنا چاہوں
تو اک مسکان آ کر یوں
لبوں پر ٹھہر جاتی ہے
کہ میں انجان ہوں اس سے
مگر پھر بھی یہ ہوتا ہے
مجھے تم یاد آتے ہو
بہت ہی یاد آتے ہو

امّی میری پیاری امّی

امّی میری پیاری امّی
دیکھو میں کتنی تنہا ہوں
دیکھو امّی میری آنکھیں
آج سمندر بن بیٹھی ہیں
امّی میری جان تھی تم میں
اور تم کیسے چھوڑ گئی ہو
کچھ بتلاؤ کچھ سمجھاؤ
کیسے آخر اپنے دل کو میں سمجھاؤں
پیاری امّی اچھی امّی
اپنی ساری عمر میں، میں نے
آپ کی کوئی بات نہ ٹالی
میں نے تو سوچی بھی نہیں تھی
کبھی بھی کوئی ایسی بات
جس سے امّی آپ کے دل کو
تھوڑا سا بھی دکھ ہو پاتا
امّی دیکھو آپ کی گڑیا
کتنی تنہا اور اکیلی
امّی اکثر پیار سے مجھ کو

کانچ کی گڑیا کہتی تھیں ناں
دیکھو امّی ٹوٹ گئی ہے
آج وہ آپ کی کانچ کی گڑیا
خود سے بھی وہ روٹھ گئی ہے
پیاری امّی، اچھّی امّی
اک پل دل کو چین نا آوے
امّی سارے خواب جو تم نے
دیکھے تھے ناں
بکھر گئے ہیں
اس دنیا میں آپ کی بیٹی
آج اکیلی اور تنہا ہے
پیاری امّی لوٹ آنا تو
بس میں آج نہیں ہے لیکن
سوہنے سجّل میرے سائیں
چھوٹی سی بس عرضی ہے یہ
ضبط کا بندھن ٹوٹ چکا ہے
صبر کا دامن چھوٹ چکا ہے
پیارے سوہنے سجّل سائیں
مجھ کو تو امّی سے ملا دے
مان بھی جا اب سجّل سائیں
مجھ کو تو امّی سے ملا دے

محبت کی حسیں دیوی

بہت مغرور ہوں ناں میں
بہت ضدّی سی لڑکی ہوں
مجھے یہ سب ہی کہتے ہیں
بہت اکھڑ ہو تم لڑکی!
انا کے خول کے اندر سدا میں قید رہتی ہوں
سمجھتی بھی ہوں، کہتی بھی ہوں خود کو ایک شہزادی
(یہ دنیا مانتی بھی ہے)
مجھے سب لوگ کہتے ہیں
کہ اس دنیا میں تم جیسا
نہیں ہے دوسرا کوئی
مگر اک بات ہے دل میں
جو تم سے آج کہنی ہے
میں اپنی ضد، اکڑ اپنی
یہ سب حسن اور گھمنڈ اپنا
سبھی نخرے
تمھارے پانو میں رکھ دوں
تو کیا اے شاہزادے تم
مجھے اپنی محبت کی حسیں دیوی بنالو گے؟

مری نظمیں پڑھو گے ناں؟

سنو سائیں!!
یہ ممکن ہے
کہ تم کو زندگانی کے
کسی کمزور لمحے میں
کوئی لمحہ ستائے گا
وہ میرے ساتھ کا لمحہ
اداسی کو تم اُس پل میں
نہ طاری خود پہ کر لینا
تم اُس لمحہ مرے سائیں
مری نظموں کو پڑھ لینا
مرے لفظوں میں اپنی ذات کو محسوس کر لینا
اداسی کے سبھی لمحے
مری نظموں میں تم تحلیل کر دینا
مری شوخی شرارت اور محبت کو
تم اپنی ان حسیں آنکھوں سے
خود میں جذب کر لینا
مرے سائیں
مری نظمیں پڑھو گے ناں؟

عشق کی چاہت

ہاں میں اک بھولی لڑکی ہوں
میں عشق کی چاہت کرتی ہوں
میں خواب کی آڑ میں ہر اک شب
بس رستہ دیکھا کرتی ہوں
وہ اک رستہ جس رستے سے
مرے راجکمار کو آنا ہے
مرے ہاتھوں میں مہندی کے رنگ
ماتھے پہ چاند کا ٹیکا ہے
اک خواب ہے جوان آنکھوں میں
ہر دم ہلکورے لیتا ہے
میں لڑکی ہوں ناں بھولی سی
میں عشق کی چاہت کرتی ہوں
پر عشق سے ہر دم ڈرتی ہوں

من کا روپ سنہرا

غم کا سونا جنگل
اُس پر دُکھ کا پہرا
من کا روپ سنہرا

دیواروں سے تیری
باتیں کر کر ہاری
کردے روحیں گھائل
زخمِ محبت گہرا
من کا روپ سنہرا

تیری راجکماری
رستہ تیرا دیکھے
جب سے اے شہزادے
من میں تو ہے ٹھہرا
من کا روپ سنہرا

میرا مُٹھرا سوہنا بالم

میرا مُٹھرا سوہنا بالم
مجھ سے گیا ہے روٹھ
پریت کی دھُن میں
کوئل بن کر
اُس کو سناؤں گیت
سوہنا مٹھرا سوہنا بالم
مجھ سے گیا ہے روٹھ

کیسے اُس کو آج مناؤں
دل نہ جانے ریت
گھر آنگن میں
آج خزاں ہے
اور قسمت میں دھوپ
سوہنا مُٹھرا سانول ہم سے
آج گیا ہے روٹھ

دل کے بھید نرالے

دل کے بھید نرالے سائیں
دل کے بھید نرالے
دل کے اندر بستی دنیا
دل اندر طوفان
دل دیکھے، دل سوچے سمجھے
دل ہردم حیران
دل عابد، دل زاہد، ساجد
دل کے اندر نور
دل سوہنا، دل حسن، تجلّی
دل ہے کوہِ طور
دل میں بکھرا گھور اندھیرا
دل کو در دا جالے
دل روئے، دل تڑپے، سسکے
دل کو کون سنبھالے
دل کے بھید نرالے سائیں
دل کے بھید نرالے

جگ سے نرالی پیت

میرے سوہنے بالم کی ہے
جگ سے نرالی پیت
پیت کی دھن میں
کوئل بن کر
اس کو سناؤں گیت
میرا مٹھر اسوہنا بالم
میرے من کا شاہ
جگ کی کیا پرواہ
سوہنا بالم روٹھا جب سے
پھیکے پڑ گئے رنگ
سانسیں ہیں مدھم
کیسے اس کو آج مناؤں
دل نہ جانے ریت
وقت گیا ہے بیت
گھر آنگن میں

آج خزاں ہے
اور قسمت میں دھوپ
اتر گیا ہے روپ
سونے ہو گئے گیت
میرے سوہنے بالم کی ہے
جگ سے نرالی پیت

چھو لے من کے تار

سن جھومر میرے پیارے جھومر
جان پیا کی جائے
تو جو یوں مسکائے
جب اپنا سنگھار میں دیکھوں
یاد پیا کی آئے
پی بن رہا نہ جائے

سن اے گجرے مہکے مہکے
پریم کی خوشبو دے
بات تو میری مان
لا کر میرے پی کی خوشبو
کر دے مجھ کو دان
بات تو میری مان

سن چوڑی میری پیاری چوڑی
نہیں ہے کوئی مول
رنگ ترے انمول
میرے پی سے وصل کی شب میں
اب تو زہر نہ گھول
رنگ ترے انمول

سن پائل سن چنچل پائل
سازِ محبت چھیڑ
چھو لے من کے تار
پی کا نام سجا لے لب پر
چھوڑ اپنی جھنکار
چھو لے من کے تار

گیت

آنکھوں کے اُس پار

بستی بستی پھرتے پھرتے ہو گیا روپ اروپ
تیری ایک نگہ ہی پریتم زخم کرے کافور
آس امید کے بندھن باندھ کے ہو گئی میں بے چین
ہو گیا تیری پیت میں ساجن سونا یہ گھر بار
پریتم رستہ بھول گئے ہیں آنکھوں کے اُس پار

سینے اندر درد سمندر سب لہریں بے چین
دو نیناں دو کملے نیناں روئیں ساری رین
پریتم کے بن کیسے گزرے لمبی جیون راہ
کس کاری پھر نین نشیلے کس کاری سنگھار
پریتم رستہ بھول گئے ہیں آنکھوں کے اُس پار

جب سے پی کو دیکھا میں نے چین کہیں نہ پاؤں
پی کی راہ میں اٹکے نیناں، واری واری جاؤں
ان کی ایک ادا پر اپنا کر دوں جیون دان
بن پریتم کے سونا ہے جگ سونا ہے سنسار
پریتم رستہ بھول گئے ہیں آنکھوں کے اُس پار

ساون کی یہ بوندیں پیاسے تن من کو مہکائیں
کچی مٹی جیسا دل ہے خوشبو کیوں نہ آئے
اک انجانی آس میں اپنا جیون بیتا جائے
اب کے برس یہ سوچ رہی ہوں کون اپنا غمخوار
پریتم رستہ بھول گئے ہیں آنکھوں کے اُس پار

منڈیری پر کاگا بولے چوری کُوٹ کھلاؤں
مجھ سے پریتم آن ملیں یا ان سے ملنے جاؤں
وہ بیری تو سب جگ بیری کیسے یہ سمجھاؤں
اُن بن اجڑ اجڑا سونا سونا یہ گھر بار
پریتم رستہ بھول گئے ہیں آنکھوں کے اُس پار

ہمارا ہندوستان

پیار محبت امن ترقی یہ ہے خواب ہمارا
اللہ سوہنے پیاری دھرتی ہے احسان تمھارا
اپنی اس دھرتی پر اپنی جاں بھی ہے قربان
نہ تیرا نہ میرا دیکھ ہمارا ہندوستان

اک دوجے کا دکھ سکھ بانٹیں بانٹیں ہر سو پیار
نفرت دل سے دور کریں ہم بن جائیں دلدار
ختم کریں دل کی دوری کو، مشکل ہو آسان
نہ تیرا نہ میرا دیکھ ہمارا ہندوستان

جیون جیون آس میں بیتا کب سب ایک ہو جائیں
مذہب فرقوں سے نکلیں اور سب انساں کہلائیں
پھر دیکھیں دنیا میں اپنی دھرتی کی اک شان
نہ تیرا نہ میرا دیکھ ہمارا ہندوستان

باغوں میں اک کوئل بولے، پیار کے گیت سنائے
ہر باسی اس دیس کا جگ میں اس کا نام بنائے
اپنا پیارا دیس ہمارا ہے اپنی پہچان
نہ تیرا نہ میرا دیکھ ہمارا ہندوستان

اب تو رباؔب نے آنکھوں میں بھی سپنا ایک سجایا
دیس کی خاطر مر مٹنے کا دل میں عزم جگایا
ایک نہیں یہ لاکھوں جانیں ہوں اس پر قربان
نہ تیرا نہ میرا دیکھ ہمارا ہندوستان
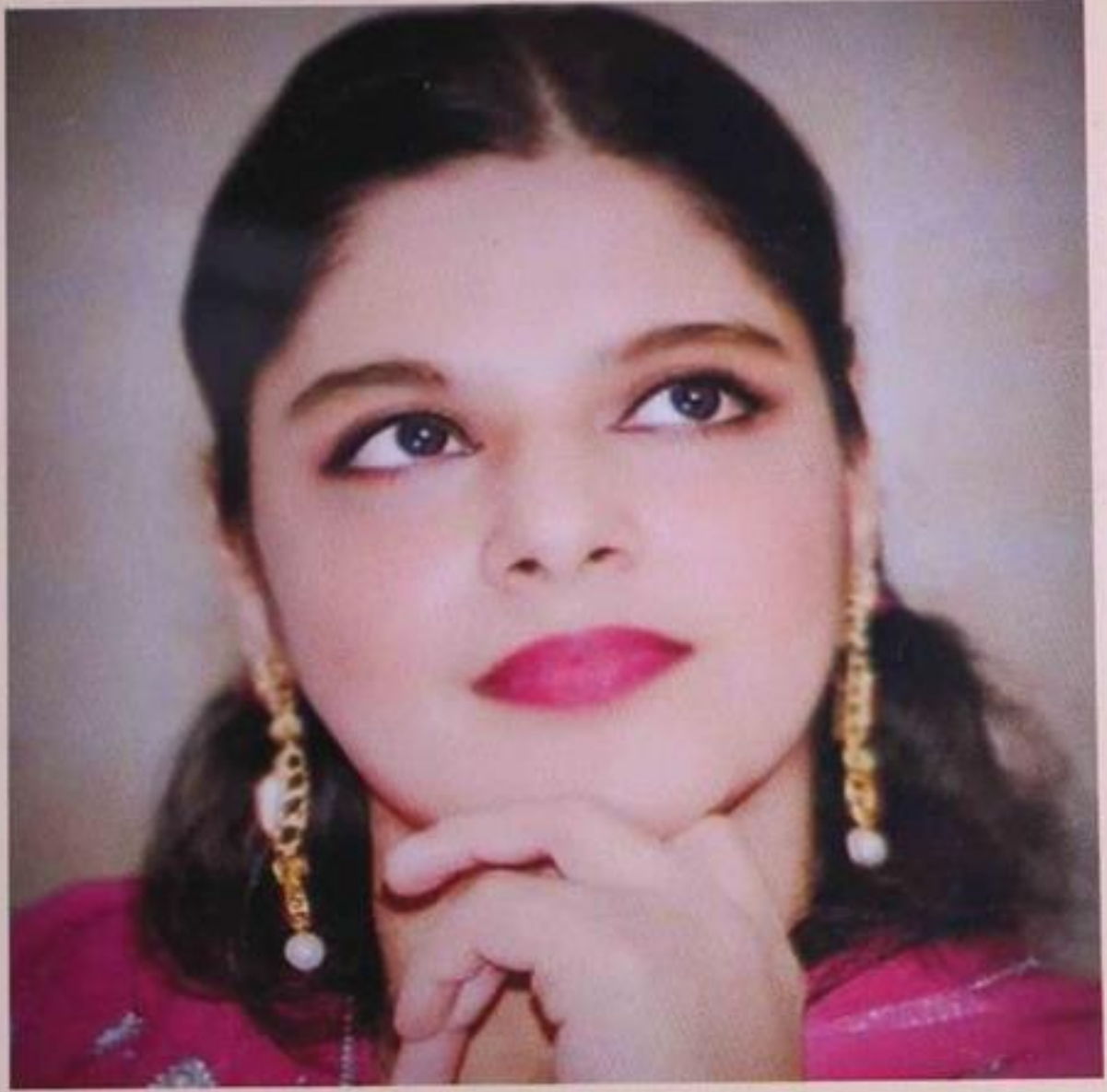
ہر ایک چہرے سے ایسا دھواں نہیں اٹھتا
یہ خاص روشنی ہوتی ہے خاص آنکھوں میں

Aankhon ke Us Paar (Ghazlein, Nazmein)
by Foziya 'Rabab'

arshia publications
arshiapublicationspvt@gmail.com

ISBN 93-86872-02-1

+91 9971-77-5969
www.arshiapublications.com
arshiapublicationspvt@gmail.com